تعمیر و ترقی

میں

انتظامیہ کا کردار

از

سردار محمد عبدالقیوم خان

وزیر اعظم، آزاد حکومت ریاستِ جموں و کشمیر

پیش لفظ

کسی بھی حکومت کی کامیابی کا انحصار اس کی فعال، مستعد، چاق و چوبند، باصلاحیت، نظم و نسق سے لیس اور اعلیٰ تربیت یافتہ انتظامی مشینری پر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ وزیراعظم آزاد کشمیر مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان نے آزاد کشمیر میں چیف ایگزیکٹو کی حیثیت سے اختیارات سنبھالنے کے بعد تحریک آزادی کشمیر کے ساتھ ساتھ اپنی ترجیحات میں جس چیز کو سب سے زیادہ فوقیت دی ہے وہ انتظامی مشینری اور حکومت کے مختلف شعبوں کی کارکردگی کی صلاحیت اور استعداد کو بہتر بنانا ہے تاکہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام بطریق احسن انجام پاسکیں اور عوام کو مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس سلسلے میں انہوں نے بے شمار دیگر اقدامات کے علاوہ دو بڑے بنیادی اقدامات کئے ہیں ایک یہ کہ آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی کے اندر کمیٹیوں کی تشکیل کے نظام کو متعارف کرایا ہے۔ حکومت کے مختلف شعبوں کی راہنمائی اور نگرانی کے لئے منتخب عوامی نمائندوں پر مشتمل کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں۔ جس سے اختیارات کو بہت حد تک غیر مرکوز کردیا گیا ہے۔ اور دوسرا مرکزی اور اضلاعی سطح پر جائزہ اجلاسوں (Review Meetinges) کا انعقاد ہے جس سے ایک طرف نیچے سے اوپر تک (یعنی اضلاع سے مرکز تک) حکومت کے مختلف شعبوں کی کارکردگی اور معیار کو جانچنے میں آسانی ہوگی اور بالخصوص تعمیر و ترقی کے سلسلے میں عوامی شکایات اور خدمات کا موقع پر ازالہ ہوسکے گا اور دوسری جانب مختلف شعبوں سے وابستہ افراد کی تربیت ہوسکے گی۔

گزشتہ برس ضلعی سطح پر منعقد ہونے والے بعض جائزہ اجلاسوں اور مظفر آباد میں مرکزی سطح پر سیکرٹریٹ سٹاف سے جناب وزیراعظم کے زبانی خطابات پر

مبنی ایسی پانچ تقاریر کا مجموعہ "تعمیر و ترقی میں انتظامیہ کا کردار" کے عنوان سے شائع کیا جارہا ہے جن کو کیسٹ سے ٹرانس کرائب کیا گیا ہے مگر ان کی شفتگی اور برجستگی پوری طرح قائم ہے۔

امید ہے جدید زمانے کے تقاضوں کے مطابق اپنے اندر اعلی صلاحیتیں پیدا کرنے کے خواہش مند حضرات کے لئے جناب مجاہد اول کی یہ تقاریر راہنما ثابت ہوں گی۔ کیونکہ ان کی افادیت وقتی اور عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔

اشفاق احمد ہاشمی

۶ فروری ۱۹۹۳ء

فہرست عنوانات

☆ ۴ر جنوری ۱۹۹۲ء کو ضلع مظفر آباد کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے بارے میں جائزہ اجلاس سے وزیراعظم آزاد کشمیر جناب مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کا خطاب۔

☆ ۸ر جنوری ۱۹۹۲ء کو مظفر آباد میں ضلع باغ کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے بارے میں جائزہ اجلاس سے وزیراعظم آزاد کشمیر جناب مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کا خطاب۔

☆ ۱۷ر جنوری ۱۹۹۲ء کو کشمیر ہاؤس اسلام آباد میں ضلع کوٹلی کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے بارے میں جائزہ اجلاس سے وزیراعظم آزاد کشمیر جناب مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کا خطاب۔

☆ ۵ر جنوری ۱۹۹۲ء کو وزیراعظم ہاؤس مظفر آباد میں وزیراعظم آزاد کشمیر جناب مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کا سیکرٹریٹ سٹاف سے خطاب۔

☆ ۱۷ر فروری ۱۹۹۲ء کو نیو سیکرٹریٹ احاطہ میں وزیراعظم آزاد کشمیر جناب مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کا سرکاری افسران سے خطاب۔

۴ جنوری ۱۹۹۲ء کو ضلع مظفر آباد کے سالانہ ترقیاتی پروگرام
کے بارے میں جائزہ اجلاس سے
جناب وزیر اعظم آزاد کشمیر
مجاہد اول سردار محمد عبد القیوم خان کا خطاب

بسم اللہ الرحمان الرحیم
محترم عزیزو ساتھیو۔

یہ بات تو آپ سب حضرات کے علم میں ہے کہ میں نے آزاد کشمیر میں ترقیاتی کاموں کا ضلع وار جائزہ لینے کا پروگرام بنایا ہے۔ اس سلسلے میں ضلع میرپور کے ترقیاتی کاموں کا جائزہ لیا جاچکا ہے اور آج یہاں ہم ضلع مظفر آباد کے ترقیاتی کاموں کا جائزہ لیں گے۔ باقی اضلاع میں بھی انہی دنوں میں جائزے کا کام مکمل کیا جائے گا۔ اس سے پہلے آپ کے ساتھ ضلعی سطح پر بات نہیں ہو سکی۔ جائزے کا کام ہم عام طور پر مرکزی سطح پر کرتے رہے ہیں۔ مجھے تو اس کا وقت نہیں ملا۔ ہمارے سینئر وزیر صاحب نے اس پر دو تین گھنٹے صرف کئے ہیں۔ جائزے کے بارے میں میرا ایک نقطہ نظر ہے جو میرے خیال میں زیادہ نہیں تو ضلعی سطح تک لوگوں کو ضرور پہنچنا چاہئے۔ ترقیاتی کاموں کے کچھ مجموعی مقاصد ہوتے ہیں۔ ہر محکمہ اپنے طور پر اپنے محکمے کے مقاصد تو سمجھ سکتا ہے لیکن سب محکموں کے مجموعی مقاصد سے کلی طور پر آگاہ ہو اور ہر سطح پر جزوی مقاصد کی وضاحت کرسکے۔ ہر سطح کے مقاصد اگر پورے طور پر نہ حاصل کئے جا سکیں تو

مجموعی مقاصد کا نقشہ ہی بدل جائے گا۔ ترقیاتی کاموں کے سلسلے میں ضلع وار جائزے کا پروگرام ہم نے اس نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر مرتب کیا ہے۔

ہم نے ۱۹۷۰-۱۹۷۵ء کی حکومت کے دوران یہ کام شروع کیا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ۱۹۷۰-۷۱ء میں آزاد کشمیر میں محکمہ ترقیات قائم ہوا۔ اس سے پہلے آزاد کشمیر میں اس وقت ترقیات کا محکمہ ہی نہیں تھا' یہ بالکل نئی بات تھی۔ اس وقت ہماری انتظامیہ کا یہ عالم تھا کہ ایک چپڑاسی کی تقرری کے لئے بھی پاکستان کی وزارت امور کشمیر سے اجازت لینا پڑتی تھی۔ ظاہر ہے کہ ترقیاتی کاموں کے سلسلے میں اس طرح کام نہیں چل سکتا۔ اس وقت ہماری انتظامیہ میں بدحالی' بددلی' مایوسی' نااہلی الغرض وہ تمام خامیاں جو کسی انتظامیہ کو خراب کرنے کے لئے ہونی چاہیں' موجود تھیں۔ مگر خوشی اس بات کی ہے کہ تھوڑے وقت میں ہم نے اس سارے تصور کو بدل دیا اس کو درست کرنے کے لئے محنت اور کوشش کی چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۹۷۵ء تک آزاد کشمیر میں ایک اعلیٰ درجہ کی انتظامیہ قائم کردی۔ آج ہمیں ماضی کی طرف واپس نگاہ ڈال کر خوشی ہوتی ہے کہ ہم نے کہاں سے یہ کام شروع کیا تھا اور کہاں تک پہنچے ہیں۔

آپ میں سے بہت کم لوگوں کو علم ہوگا کہ ۱۹۷۵ء میں مرکزی حکومت کی سطح پر لئے گئے ایک جائزہ کے مطابق پنجاب نے ۳۵ فیصد ترقیاتی رقوم خرچ کیں' سندھ نے ۲۵ فیصد' سرحد نے ۲۰ فیصد اور بلوچستان نے ۱۵ فیصد لیکن ہمارے اخراجات ۱۱۰ فیصد ہوئے یعنی ہم نے ۱۱۰ فیصد رقوم خرچ کیں۔ یہ ہماری انتظامیہ کی اعلیٰ کارکردگی تھی۔ یہ ترقیات کے تصور کو سمجھنے محنت اور کوشش کرنے کی وجہ سے ہوا تھا۔ اسی دور سے پاکستان کی انتظامیہ اور حکومت کے لوگوں کے دلوں میں ہماری انتظامیہ اور لوگوں کے لئے عزت و احترام کا مقام پیدا

ہوا۔ اب پچھلے کئی سال سے دیکھ رہا ہوں تعمیراتی اور ترقیاتی کاموں کا وہ تصور ہمارے لوگوں کے دلوں سے اٹھ گیا۔ کسی مربوط کوشش کا تصور ہی باقی نہیں رہا۔ اس دور میں ہم نے ایک جامع منصوبہ بندی کے تحت کام شروع کئے تھے اور زندگی کا شاید کوئی شعبہ نہیں جس میں ہم نے اس وقت کی منصوبہ بندی نہ کی ہو۔ اس وقت منصوبہ بندی کے دوران ہمارے بعض بیوروکریٹ مذاق اڑاتے تھے کہ یہ باتیں دنیا میں کسی جگہ ہو نہیں رہی ہیں ہم کیسے کریں گے۔ آج دنیا میں وہ سب کچھ ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔ جب میں نے آزاد کشمیر میں کالج بنایا شروع کئے تو بیوروکریسی کے لوگوں نے اعتراض کیا کہ ایک ایک طالب علم کے لئے کالج کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ یہ سردار قیوم کیا کرنا چاہتا ہے اس ملک میں؟ لیکن اس کے پیچھے جو سوچ تھی وہ شاید آج لوگوں کی سمجھ میں آرہی ہے۔ لاہور پولی ٹیکنیک کالج کے کچھ طلبہ یہاں آئے تھے وہ ہمارا تعلیمی نظام دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ کس طرح ہم نے اپنے کلچر اور روایات کو محفوظ رکھا ہوا ہے۔ میں نے ان کو بتایا کہ اس وقت جب میں نے ایک طالب علم کے لئے کالج کھولا تھا تو میرے پیش نظر یہی بات تھی کہ آبادی کا جو دباؤ شہروں کی طرف بڑھ رہا ہے اسے روک دیا جائے اگر نہیں روکیں گے تو نہ شہری آرام سے رہیں گے اور نہ دیہاتی کچھ سیکھ سکیں گے۔ دنگا فساد اور دھینگا مشتی کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔ خدا کے فضل و کرم سے ترقی پذیر ممالک میں ہمارا واحد علاقہ ہے جہاں ہم نے اس دباؤ کو روک دیا اور تعلیم اور زندگی کی دیگر بنیادی سہولتوں کو گاؤں اور دیہات کے اندر تک لے گئے۔ اگر یہی تصور میرے بعد حکومتوں میں آنے والے لوگوں کے ذہنوں میں ہوتا تو تعمیر و ترقی کی رفتار بھی مختلف ہوتی اور نتائج بھی مختلف ہوتے۔ اللہ کے فضل سے میری سوچ اور فکر چند سال آگے تھی۔ اب بھی میرے ذہن میں اللہ کے فضل سے کئی معاملات کے بارے میں سوچ بہت آگے ہے۔ یہ جو سوچ ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ کے قبضہ میں ہے جسے وہ چاہتا ہے

دیتا ہے۔ ہم نے ۷۰۔۱۹۷۵ء کے دوران یہ منصوبہ بنایا تھا کہ دریا کے کنارے کوٹلی تک کے علاقے میں بھیڑیں پالی جائیں اور یہاں لوگوں کو کاشتکاری کرنے سے منع کیا جائے۔ لیکن لوگوں کو زراعت و کاشتکاری سے اس وقت منع کیا جائے جب لوگوں کے پاس بھیڑیں ہوں اور انہی یہ سمجھایا جائے کہ بھیڑیں پالنا اس علاقہ میں کاشتکاری کی نسبت زیادہ فائدہ مند کاروبار ہے۔ ہم نے اس کے لئے یہ منصوبہ بنایا کہ جب یہ بھیڑیں آجائیں گی پھر ان کی اون سے دھاگہ بنانے کا انتظام ہونا چاہیئے تاکہ ہماری بچیاں گھروں میں بیٹھے بٹھائے اس سے استفادہ کرسکیں اور ہماری حکومت کو فائدہ پہنچے اور لوگوں کو یہ آمدنی کا متبادل ذریعہ حاصل ہو۔ چنانچہ ہم نے دونوں کام شروع کئے اور مشینری لگوانے کے کاغذات مکمل کروائے۔ اتنے میں ہماری حکومت تبدیل ہوگئی۔ جب حکومت تبدیل ہوئی تو بھیڑیں تو کوئی نہ لایا البتہ مشینری لاکر رکھ دی گئی جو پڑی پڑی زنگ آلود اور ضائع ہوگئی۔ تو یہ سب سمجھ نہ ہونے' اقدام کرنے کی صلاحیت نہ ہونے' اور کومٹمنٹ نہ ہونے کی وجہ سے ہوا۔ اس طرح ہم اس صنعت کو آزاد کشمیر میں شروع نہیں کرسکے۔ بہت زور اگر کسی حکومت نے لگایا تو اسی پر کہ میری سڑک بن جائے' میری بجلی لگ جائے یا میری ڈسپنسری بن جائے سارا زور اسی پر صرف ہوتا رہا۔ سچی بات ہے کہ سالہا سال سے جو پیسہ تعمیر و ترقی کے نام پر خرچ ہوا ہے وہ کسی بامقصد اور دیرپا منصوبہ پر خرچ نہیں ہوا اور نہ ہی کسی منصوبہ بندی سے خرچ ہوا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس تعمیر و ترقی کا جو تاثر لوگوں میں پیدا ہونا چاہیئے تھا' جو ہماری قومی آمدنی میں اضافہ ہونا چاہیئے تھا' جو ہمارے نظام و نسق میں بہتری آنی چاہیئے تھی وہ' سب کچھ نہ ہوسکا۔

میرے عزیز ساتھیو!

یہ سب باتیں میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اس جائزہ پروگرام کے بنیادی

مقاصد اور فلسفے سے آپ کو آگاہ کرسکوں۔ اس پروگرام کا مقصد محض یہ نہیں ہے کہ آپ سے یہ پوچھا جائے کہ کتنا کام ہوگیا اور کتنا باقی رہ گیا بلکہ یہ معلوم کرنا اور اس بات پر غور کرنا ہے کہ آیا ہم تعمیر و ترقی کے حقیقی تصور کو سمجھ رہے ہیں' ہم اس پر عمل کررہے ہیں یا نہیں' اس میں اگر کوئی کمی بیشی ہے تو اس کے اسباب کیا ہیں' اور ان کا حل کیا ہے؟ سرکاری ملازمین کے بارے میں ایک عمومی تاثر یہ ہے کہ ان کو بغیر کام کے تنخواہ حاصل کرنے' اپنی مراعات حاصل کرنے' پنشن اور اضافی سہولتیں حاصل کرنے کے علاوہ کسی کام میں دلچسپی نہیں رہ گئی۔ ان کی اطلاعات بھی درست نہیں' منصوبہ بندی بھی نہیں اور اپنے مقصد کی لگن بھی نہیں۔ پچھلے کچھ عرصہ سے یہ ساری چیزیں سرکاری ملازمین کے اذہان و قلوب سے مٹ گئی ہیں۔ الا ماشاء اللہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے ان چیزوں کا خیال رکھا ہو۔ فارسی کے اس محاورے کے مصداق کہ ''ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد'' والی بات ہے کہ نمک کی کان میں اگر لوہا ڈال دیں تو وہ بھی نمک بن جاتا ہے۔

بیوروکریسی کی مثال اعلی نسل کے گھوڑے کی سی ہوتی ہے۔ گھوڑا کتنا ہی خوبصورت اور تربیت یافتہ کیوں نہ ہو وہ سوار کے بغیر خود راستہ تلاش نہیں کرسکتا۔ یہ حکومتوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ بیوروکریسی کو درست کریں۔ اس کے علم' اس کی صلاحیت' تربیت اور مہارت کو اجاگر اور بیدار کریں۔ پھر اس سے ٹھیک مقصد کے لئے کام لیں۔ یہ توقع نہ کریں کہ پہلے گھوڑا اپنے سوار کو سواری کرنا سکھائے' پھر اس کو کہے کہ مجھ پر چڑھ کر بیٹھو' یہ ناممکن ہوتا ہے اور یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ انتظامیہ کی رہنمائی آپ نے کرنی ہے' مقاصد کا تعین آپ نے کرنا ہے اور قیادت آپ نے فراہم کرنی ہے۔ آپ سب حضرات پڑھے لکھے لائق فائق لوگ ہیں۔ آپ لوگ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں

اور انہیں ضائع ہونے سے بچائیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ترقیاتی جائزے کے دوسرے اجلاس سے پہلے زمین پر ٹھوس شکل میں تعمیر و ترقی کا کام نظر آئے گا اور یہ محسوس ہوسکے گا کہ ترقیاتی کاموں کے جائزے سے فائدہ مرتب ہوا ہے۔

میرے عزیز ساتھیو!

ابھی تک ہمیں انتظامیہ کی کارکردگی کا جائزہ لینے کا وقت نہیں ملا۔ ترقیاتی محکموں کے بعد انتظامیہ کا جائزہ لیا جائے گا۔ ہم انتظامیہ کے ارکان میٹنگ کریں گے۔ خرابی دریافت کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ اپنی جگہ ایک اہم کام ہے۔ کل میں نے سیکرٹریٹ سٹاف کا ایک اجلاس بلایا ہے' اس میں بھی بات کریں گے۔ آپ سے مجھے یہ کہنا ہے کہ ہمیں تھوڑے وقت میں' تھوڑے پیسے سے زیادہ نتائج حاصل کرنے ہیں۔ پیسے مہیا کرنا آپ کی ذمہ داری ہے نہ آپ کی جوابدہی بلکہ یہ ہماری ذمہ داری ہے وہ انشاء اللہ ہم بھرپور طریقے سے پوری کریں گے۔ آپ نے جن باتوں کا خیال رکھنا ہے وہ کیسے ہوسکتی ہیں اور ان پر کیسے عمل کرنا ہے یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ بددیانتی کے عنصر کو نکالنا ہے۔ کیونکہ جس وقت تک بددیانتی قائم ہے اس وقت تک کام چوری ہوگی' بدنامی ہوگی' بے توجہی ہوگی اور بے برکتی ہو گی اپنے سابقہ دور حکومت ۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۰ء کے دوران اگرچہ ہم پوری طرح بددیانتی ختم نہیں کرسکے تھے پھر بھی اس میں کمی ہوگئی تھی۔ اس وقت ۱۳ کروڑ روپے سے ہم نے جو کام کئے آج وہ اربوں روپے سے نہیں ہوسکتے لیکن یہ میرا یقین ہے کہ اگر نیک نیتی ہو' دیانت ہوتو اللہ تعالی کام میں برکت ڈالتے ہیں۔ اگر ہم نیک نیتی' دیانت داری سے کام کریں گے تو اللہ کی برکت اور رحمت ہمیں میسر آئے گی۔ میں کہہ رہا تھا کہ پہلی بات بددیانتی کو ختم کرنا ہے۔ رشوت کی عادت پڑ جائے تو چھوڑنا مشکل ہوجاتی ہے۔ کوئی بھی عادت چھوڑنی مشکل ہوتی ہے۔

سگریٹ، نسوار کی عادت چھوڑنا مشکل ہے جو رشوت سے کم درجے کی حرام چیزیں ہیں۔ حرام اور چوری کی عادت ہو تو یہ مشکل سے جاتی ہے۔ دراصل رشوت کے ذریعے حرام خوری آتی ہے جو تمام برائیوں سے بڑی برائی ہے۔ شراب، چوری، بدکاری، اور ہیروئن چرس وغیرہ سے اس کا مقام آگے ہے۔ اس لئے کہ حرام خوری انسان کے خون اور جسم کا حصہ بن جاتی ہے اور جو چیز خون کا حصہ بن جائے اس کو نکالا نہیں جاسکتا اس بات کا بہت کم لوگ خیال رکھتے ہیں کہ جو نوالہ ہم کھاتے ہیں وہ حرام کی کمائی کا تو نہیں؟ رسول اکرم ﷺ نے سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا ہے وہ رزق حلال ہے۔ اگر ہم اپنے اندر سے بددیانتی کا عنصر نکال دیں تو ہمارے بجٹ کا جو ۶۰ فیصد بددیانتی پر خرچ ہورہا ہے اور زمین پر خرچ نہیں ہو رہا، ہم اس کو بچا سکتے ہیں۔ اس وقت میرا پہلا تقاضا یہ ہے کہ آپ پوری دیانت داری کے ساتھ اپنے دل کو ٹٹول کر اس بات کا عہد کریں کہ بدعنوانی نہیں کریں گے۔ بجائے اس کے میں احتساب کرتا پھروں اور آپ کو حلف دوں، یہ کام آپ خود کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو اپنی قوم، ملک اور خود اپنی عزت بڑھانے کا موقع دیا ہے اس سے استفادہ کریں۔ بددیانتی، رشوت اور بدعنوانی کے اس کام کو ختم کردیں اور پھر بدعنوانی اور رشوت کے خاتمے کی گواہی لوگوں سے ملنی چاہئے۔ غریب سے غریب لوگ اس بات کا اعتراف کریں کہ رشوت بدعنوانی ختم ہوگئی ہے۔ اگر اس ملک کے لوگوں اور عام آدمیوں میں یہ تاثر ختم نہیں ہوتا تو آپ کے کہنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اگر غریب آدمی مطمئن ہوگا کہ اس سے کوئی رشوت نہیں مانگتا، اس سے کوئی زیادتی اور دغا نہیں کرتا، اس پر کوئی جبر نہیں کرتا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے اس ملک اور قوم کو زیادہ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ دیانت اور شرافت سے انتظامیہ اور حکومتی مشینری زیادہ قابل فخر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنے علم میں اضافہ کریں۔ آپ میں سے ہر شخص کو اپنے شعبہ کے بارے میں پڑھنا چاہئے۔ اب

تو حالت یہ ہے کہ سو میں سے ایک آدمی ہو گا جس کو اپنے شعبے کے بارے میں کچھ علم ہے یا کچھ یاد رہا ہو گا۔ میرا روزانہ مختلف شعبہ ہائے زندگی کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ یا تو لوگوں کے پاس تعلیم کی ڈگریاں جعلی ہیں یا انہوں نے ملازمتیں حاصل کرکے علم کو سرے سے بھلا دیا ہے۔ صلاحیت کی کمی نہیں ہے۔ ہمارے ہی لوگ انجینئر' سائنسدان جب باہر جاتے ہیں تو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔ آخر کوئی نہ کوئی بات تو ہے؟ اور وہ بات یہ ہے کہ لوگوں کے اندر علم کا ذوق وشوق نہیں رہا۔ لوگوں کی سوچ یہ بن چکی ہے کہ جب نوکری مل گئی ہے تو پروموشن بھی ہوتی رہے گی اور پنشن اور دیگر مراعات بھی مل جائیں گی تو پھر پڑھ کر کیا کرنا ہے؟۔ تعمیر و ترقی کے حوالے سے جتنے کام ہیں سب خراب ہیں' پل خراب ہیں سڑکیں خراب بن رہی ہیں' مکانات غلط بن رہے ہیں' بجلی کا نظام ٹھیک نہیں ہو رہا تو اس میں بددیانتی کے علاوہ جہالت' لاعلمی اور عدم مہارت کا بھی بڑا حصہ ہے اور پھر ستم یہ ہے کہ نگرانی کا کوئی نظام نہیں۔ نگران افسروں کا جو وقار ہوتا ہے وہ اسے ختم کرچکے ہیں۔ کوئی اپنے ماتحت کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ تمہارا کام خراب ہو رہا ہے اور کہہ بھی کیسے سکتا ہے جب اسی کے ذریعے رشوت لی جاتی ہے۔ آج کسی محکمے میں کوئی نگرانی نہیں رہی۔ یا تو سب لوگ نالائق ہیں یا سب بددیانت ہیں۔ معلوم کرنا چاہئے کہ کہاں خرابی ہے اور نگران افسروں کا خوف کیوں نہیں رہا۔ اگر نگران افسروں کا خوف نہیں تو ظاہر ہے نیچے صحیح کام نہیں ہوسکے گا۔ میں آئے دن سڑکوں میں لوگوں کو چلتے پھرتے دیکھتا ہوں اور مجھے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نگرانی کا خوف بالکل نکل گیا ہے۔ کسی محکمہ کی کوئی اتھارٹی تسلیم نہیں کی جارہی جس کا نیچے ڈر ہو کہ کوئی پوچھے گا اور نقص دریافت کرے گا۔ اس سے بڑا المیہ کیا ہوسکتا ہے کہ (Supervision) کا خوف نہ رہے ۔ انگریز کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ اس کے دور میں نگرانی کا خوف ہوتا تھا لوگ اس سے ڈر

کر کام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ڈوگرہ حکومت میں بھی نگرانی کا خوف ہوتا تھا۔ ہم رفتہ رفتہ آگے بڑھتے گئے اور نگرانی کا تصور بالکل نظرانداز ہوگیا ہے۔ میں آپ سے توقع کرتا ہوں کہ میری گفتگو کے بعد نگران افسروں کو اپنا کام صحیح اور درست کرنا چاہئے خدا سے معافی مانگنی چاہئے اور اس بات کا عہد کرنا چاہئے' کہ ہم اپنا کام ٹھیک کریں گے۔ کوئی رعایت نہیں کریں گے۔ دھڑے بندی' برادری ازم اور پارٹی بازی نہیں کریں گے۔ ایسی کوئی بات نہیں گے جو ہمارے منصب کے تقاضے پورے نہ کرتی ہو۔ اگر دس فیصد اس قسم کی بات آپ اپنے اندر پیدا کرلیں تو آپ فرشتوں جیسی مخلوق ہوسکتے ہیں اور واقعی کل یہ کہا جاسکے گا کہ آپ تحریک آزادی کا بیس کیمپ "BASE CAMP" ہیں' اور آپ اس بیس کیمپ کی انتظامیہ ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اگر یہ نہیں کرسکے تو پھر آ لوگ کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ علم میں اضافے کے بعد اپنی مہارت میں اضافہ کریں ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو اپنے ہاتھ سے کام کرتے ہیں یا ہاتھ سے کام کرنے کو رواج دینا چاہتے ہیں۔ جو ہاتھ سے اپنا کام نہیں کرتا اس میں مہارت نہیں آسکتی۔ ہاتھ سے کام کرنے سے عزت نفس بھی بڑھے گی۔

میرے عزیز ساتھیو!

باعزت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ علم حاصل کیا جائے' مہارت حاصل کی جائے اور ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ اس سے نہ صرف آپ کی اپنی نظر میں عزت بڑھے گی بلکہ دوسرے بھی آپ کی عزت کریں گے۔ آپ اپنے اندر اصلاح پیدا کریں' اپنے وقار میں اضافہ کریں' لوگوں کا اعتماد بحال کریں۔ اور اپنے اخلاق و کردار کی اصلاح کریں۔ بدعنوانی اور بے قاعدگی کی شکایت مجھ سے نہ کریں اسے اپنی سطح پر دور کرنے کی کوشش کریں۔ میں آپ سے براہ راست گفتگو کرنا چاہتا تھا مگر تحریک آزادی کی وجہ سے مصروفیات ہیں

اس لئے زیادہ وقت نہیں نکالا جاسکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ۷۰۔۱۹۷۵ء کی طرح اپنی کارکردگی کو بہتر بنائیں اور ایک جامع منصوبہ بندی کے تحت تمام ترقیاتی منصوبوں کو اپنے مقررہ وقت کے اندر مکمل کروائیں کیونکہ کام میں تاخیر کی وجہ سے وقت کا بھی ضیاع ہوتا ہے اور لاگت بھی کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔

میرے عزیز ساتھیو!

میرے دل میں کسی کے لئے کوئی نفرت ہے نہ ناراضگی۔ بحیثیت انسان اور مسلمان کے سب میرے بھائی ہیں۔ میں سب کی عزت کرتا ہوں۔ اگر کسی کی غلطی اور خرابی سے ذاتی نقصان ہو تو میں اسے بھی درگزر کرنے کو تیار ہوں لیکن ایسی خرابی جس سے دوسروں کی حق تلفی ہو اور قومی نقصان ہوتو وہ معاف نہیں کی جاسکتی۔

آپ کے جو مسائل ہیں وہ پروٹوکول میں پڑنے کی بجائے براہ راست مجھے بتائیں۔ آپ کی جو تجاویز ہیں وہ سامنے لائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر شخص اپنی قومی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے اپنے فرائض منصبی ادا کرے۔ ہمیں تحریک آزادی کے تقاضوں کے مطابق اپنا کردار بنانا ہوگا۔ ہم نے آزاد کشمیر کو اپنے عمل اور کردار کے ذریعے تحریک آزادی کا صحیح معنوں میں بیس کیمپ "BASE VAMP" بنانا ہے۔

اسی کے ساتھ ہی میں اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

۸ جنوری ۱۹۹۲ء کو ضلع باغ کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے
بارے میں جائزہ اجلاس سے
جناب وزیراعظم آزاد کشمیر
مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کا خطاب

بسم اللہ الرحمان الرحیم

میرے عزیز ساتھیو!

میرا ارادہ تھا کہ میں بذات خود باغ' راولا کوٹ' کوٹلی جا کر ان اضلاع کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کا جائزہ لوں گا مگر بارش' موسم کی خرابی اور بعض اہم مصروفیات کی وجہ سے وقت نہیں نکالا جاسکا اور ایسا ممکن نہیں ہوسکا۔ اس لئے آپ کو یہاں آنے کی تکلیف دی۔ ضلع باغ کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کا مرحلہ وار تفصیلی جائزہ لینے سے قبل میں چند ضروری باتیں آپ سے کرنا چاہوں گا۔

میرے عزیز ساتھیو!

یہ ضلع وار جائزہ ہم اس لئے کررہے ہیں کہ اس سے ایک تو لوگوں کی ایجوکیشن اور تربیت مقصود ہے اور دوسرا تعمیرو ترقی اورانتظامیہ کے بارے میں میرا جو اپنا علم' تجربہ اور مشاہدہ ہے' خیالات ہیں' ان سے آپ لوگوں کو آگاہ کرسکوں۔جہاں تک تعمیرو ترقی کا تعلق ہے۔ مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ آزاد کشمیر میں پچھلے دو برس سے تعمیراتی اور ترقیاتی کاموں کی رفتار انتہائی سست رہی ہے۔ ۹۱-۱۹۹۰ء میں پیپلز پارٹی کی حکومت کا ترقیاتی بجٹ محض کاغذوں میں خرچ ہوا ہے کیونکہ زمین پر اس کے خرچ ہونے کے کوئی آثار نہیں ملتے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کے خاتمے کے بعد تقریباً" چھ ماہ ہماری حکومت کے بھی گذر گئے

ہیں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ ان چھ مہینوں کے دوران بھی ترقیاتی کاموں کی رفتار تیز نہیں ہوئی۔ کام کی رفتار بدستور سست ہے اور سالانہ ترقیاتی پروگرام کے لئے مخصوص کی گئی رقوم بہت کم خرچ ہوئی ہے۔ میں اس وقت کسی بحث و تمحیص میں پڑنے کی بجائے کہ اس تاخیر اور التواء کا کون ذمہ دار ہے آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی مالی سال کے چھ ماہ باقی ہیں اور اس میں آپ کو بہت زیادہ کام کرنا ہے۔ جو کام اور سکیمیں جاری ہیں' ان کو فوراً" مکمل کریں اور جو پلاننگ اور منصوبہ بندی کی گئی ہے' اس کے لئے قدم سے قدم اور شانہ سے شانہ ملا کر چلیں اور مقررہ مدت کے اندر تمام منصوبہ جات مکمل ہونے چاہیں۔ انتظامیہ کے بارے میں بڑی بنیادی اور اصولی بات یہ ہے کہ کوئی بھی انتظامیہ خواہ کتنی ہی لائق اور باصلاحیت کیوں نہ ہو' خود کار مشین کی طرح خود کام نہیں کرسکتی۔ جب تک اس انتظامی مشینری کو استعمال کرنے والی طاقت اور قیادت اس کو صحیح اور درست سمت میں استعمال نہ کرے اور جب وہ قیادت یہ کام کرنا چھوڑ دے تو پھر انتظامیہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے باوجود بے کار ہوجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں کام کی رفتار سست رہی لیکن اب ہم نے اپنی رفتار کو ٹھیک کرنا ہے' محنت اور کوشش سے ثابت کرنا ہے کہ انتظامیہ کی تمام مشینری صحیح سمت میں پوری رفتار کے ساتھ اپنا کام کررہی ہے۔

جہاں تک ترقیاتی اور تعمیراتی کاموں کی رقوم کا تعلق ہے' پیسے جائز اور صحیح وقت پر خرچ ہونے چاہئیں۔ اس میں کسی قسم کی بدعنوانی اور خورد برد برداشت نہیں کی جائے گی اور یہاں میں یہ بھی واضح کردوں کہ تمام رقوم مقررہ مدت کے اندر خرچ ہونی چاہئے بلکہ اس میں ہمارا ٹارگٹ یہ ہے کہ جو رقوم جون تک خرچ ہونی چاہئے تھی وہ مئی کے آخر تک خرچ ہوجانی چاہئے اور جون تک ۳۰ فیصد اضافی اخراجات ہونے چاہئیں۔ ۳۰ فیصد "Over Spending" ہوتو پھر

میرے خیال میں ہم یہ کہہ سکیں گے کہ ہماری انتظامیہ کام کررہی ہے اور ہم اپنے اہداف حاصل کررہے ہیں اور پھر تعمیرو ترقی کے کام نظر آنے چاہئیں تاکہ لوگ یہ کہیں کہ کام ہورہا ہے۔ انتظامیہ کے حوالے سے دوسری بات یہ ہے کہ آزاد کشمیر میں بدعنوانی بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ تاثر عام ہے کہ آزاد کشمیر کی انتظامیہ بدعنوانی اور خورد برد میں ملوث ہے۔ اس تاثر کو آپ لوگوں نے اپنے عمل اور کارکردگی سے ختم کرنا ہے۔ کسی زمانے میں سنتے تھے کہ پولیس والے چوری چھپے رشوت لیتے ہیں' پھر جنگلات اورمال کے محکمے اس میں ملوث ہوئے مگر اب تو یہ عالم ہے کہ محکمہ مال' جنگلات اور پولیس تو پیچھے رہ گئے ہیں۔ نیشنل بلڈنگ کے محکمے"National Building Department"کرپشن اور بدعنوانی میں ملوث ہو رہے ہیں۔ کسی قوم کے لئے اس سے بڑا سانحہ' المیہ اور افسوس ناک بات کیا ہوسکتی ہے کہ اس کے "Building Department National" کرپٹ ہوجائیں۔ پھر اس قوم کا کیا انجام ہوگا؟۔ اور پھر کرپشن کے کئی طریقے ہیں۔ رشوت لی جاتی ہے' کاموں کی رفتار ست کردی جاتی ہے جس کی وجہ سے وقت زیادہ لگتا ہے اور اخراجات اورلاگت دوگنی ہوجاتی ہے۔ کام کا معیار برقرار نہیں رکھا جاتا۔ نااہلیت اور غفلت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ الغرض کرپشن کی کوئی ایک شکل نہیں ہے بلکہ وہ اپنی تمام شکلوں اور صورتوں میں موجود ہے۔

میرا خیال ہے آج کوئی محکمہ ایسا نہیں جس کا سربراہ یقین کے ساتھ یہ کہہ سکے کہ اس نے اپنے کام کی نگرانی کی ہے اور وہ مطمئن ہے کہ کام ٹھیک ہورہا ہے' اس نے کام کی رفتار اور معیار کو چیک کیا ہے اس نے کام میں استعمال ہونے والا میٹریل چیک کیا ہے۔ اگر کوئی سربراہ محکمہ یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتا تو پھر ظاہر ہے کہ کام صحیح نہیں ہورہا اور کام خراب ہورہا ہے اور کام خراب

ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ بددیانتی کررہے ہیں یا نااہل ہیں اور رشوت کھا رہے ہیں ۔ وہی شخص کام کی نگرانی نہیں کرے گا جو کرپٹ ہوگا۔ جو بدعنوان ہوگا' وہ کسی کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ کام کیوں ٹھیک نہیں ہوا۔ اس لئے کہ اس کے ماتحت لوگ رشوت کھا رہے ہیں اور اس کو رشوت دے رہے ہیں۔ وہ اپنے ماتحتوں کو کیسے کہہ سکتا ہے کہ تم نے کام ٹھیک کیوں نہیں کیا۔ اس کے علاوہ اس کی اور کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔

میں نے اس سے قبل مظفر آباد اور میرپور کے اضلاع کے ترقیاتی جائزے اور اجلاسوں میں بھی تمام سربراہان محکمہ جات' متعلقہ سرکاری افسروں اور ملازمین کو کہا ہے کہ ماضی میں جو کچھ ہوگیا ہے وہ اس کو بھول جائیں۔ آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کریں اور عہد کریں کہ پوری انسانیت' شرافت اور دیانتداری سے کام کریں گے۔ کوئی نااہلی' بددیانتی' کرپشن نہیں کریں گے اور میں صاف صاف آپ کو بتا دوں کہ سردار قیوم کی وزرات عظمٰی کے دوران ماضی کی ان برائیوں کو نہ دھرایا جائے۔ مجھے تحریک آزادی کشمیر کی وجہ سے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر بہت زیادہ مصروفیات ہیں لیکن مجھے پھر بھی لوگوں سے' عام آدمیوں سے اور جماعتی کارکنوں سے انتظامیہ کے محکموں کے بارے میں پتہ چلتا رہتا ہے۔ اس لئے میں پھر یہ کہوں گا کہ اس دور میں سب کو ٹھیک رہنا چاہئے۔ میں نے تحریک آزادی کا ذکر کیا ہے۔ میرے لئے یہ امر انتہائی افسوسناک اور بدقسمتی کا ہے کہ آپ سب حضرات کو جو میری انتظامیہ میں ہیں' میرے ساتھ قدم اور کندھا ملا کر چلنے کے بجائے آپ میں سے کسی کو تحریک آزادی کشمیر کے بارے میں سرے سے کچھ پتہ ہی نہیں کہ ملکی اور بین لاقوامی سطح پر مسئلہ کشمیر پر کیا ہورہا ہے؟۔ مجھے تو انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ میں سے کسی شخص میں تحریک آزادی سے سوئی کی نوک جتنی دلچسپی بھی محسوس نہیں ہوئی۔

ہماری انتظامیہ کا ہر فرد دن رات ملازمت' ترقی اور کرپشن میں مصروف ہے حالانکہ آپ میں سے ہر شخص کو تحریک آزادی کا مظہر ہونا چاہئے۔ آپ میں سے ہر فرد کا طرز زندگی یعنی اٹھنے بیٹھنے' کھانے پینے اور رہن سہن سے یہ اندازہ ہونا چاہئے کہ آپ لوگ تحریک آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہیں اور باہر سے آنے والے لوگ آپ کی حالت عمل اور کردار دیکھ کر واضح طور پر محسوس کریں کہ وہ تحریک آزادی کے بیس کیمپ "BASE CAMP" میں آگئے ہیں۔

میرے عزیز ساتھیو!

آپ کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ بیس کیمپ کے تقاضے کیا ہیں۔ بیس کیمپ میں کوئی بددیانتی' بے ایمانی' غفلت اور نالائقی نہیں ہوسکتی۔ بیس کیمپ کے تقاضے بالکل مختلف ہیں اور ان تقاضوں کو پورا کرنا آپ لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔میں واضح طور پر آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر ہم نے تحریک آزادی کے تقاضوں سے اپنے آپ کو ہم آہنگ نہ بنایا تو ہمارا قومی وجود باقی نہیں رہے گا۔ ہمارا پورا ڈھانچہ اور نظام فنا ہوجائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آزاد کشمیر کی ساری حکومت' انتظامیہ کی مشینری' محکمے اور یہ پورا نظام تحریک آزادی کے لئے ہے۔ اگر تحریک آزادی کی بات نہ ہوتو پھر اتنا بڑا انتظامی ڈھانچہ' اتنی بڑی حکومت' ستر اسی ہزار سرکاری ملازمین' ان کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟۔ پاکستان کے ایک ضلع فیصل آباد کی آبادی اور رقبہ آزاد کشمیر سے زیادہ ہے۔ آپ لوگوں کو خود مسئلہ کشمیر اور تحریک آزادی کے سارے پہلوؤں پر غور و فکر کرنا چاہئے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ ہمارا رخ کس طرف ہے ہم کس سمت میں جارہے ہیں؟ اور تحریک آزادی کے کیا تقاضے ہیں اور ہم کس حد تک ان تقاضوں کو پورا کررہے ہیں؟۔ ہمیں بحیثیت قوم اپنے آپ کو ان تقاضوں کے مطابق بنانا ہوگا۔

میں نے مظفر آباد میں سیکرٹریٹ سٹاف اور ضلع کی ترقیاتی جائزہ میٹنگ میں بڑی تفصیل کے ساتھ درپیش تمام مسائل اور سرکاری محکموں کے ملازمین کی ذمہ داریوں پر اظہار خیال کیا ہے اور اس تقریر کی نقول آپ کو فراہم کی جائیں گی ۔ آپ وہ تقریر سنیں اور پڑھیں سنجیدگی سے حالات پر غور کریں اور میری باتوں پر عمل کریں۔ اس وقت میرے پاس طویل اور لمبی بات کرنے کا وقت نہیں۔ مجھے اور بہت بڑے چیلنج درپیش ہیں جن کے لئے میں کام کررہا ہوں۔ اس لئے میں آپ لوگوں سے پھر کہتا ہوں کہ گھر میں یعنی حکومت کے اندر ایسے مسائل پیدا نہ کریں کہ آپ کے اور میرے درمیان خواہ مخواہ کی کشمکش شروع ہوجائے اور جس سے اس امر کا اظہار ہوکہ بعض لوگ ذہنی' فکری اور عملی طور پر میرے پروگرام کا ساتھ دینا نہیں چاہتے' خرابی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور حکومت کے اور میرے ساتھ قدم ملا کر نہیں چلنا چاہتے۔ میں ذاتی طور پر چاہتا ہوں کہ ہم سب ایک ٹیم کی طرح' ایک خاندان کے افراد کی طرح مل کر کام کریں جس سے ہمارا نظام حکومت مستحکم ہواور اس پر لوگوں کا اعتماد بڑھے۔ آپ غور کریں کہ آج سرکاری ملازمین میں کتنے لوگ ہیں جن کو عوام دیانت دار سمجھتے ہیں سارے ہی لوگ بدعنوان اور بد دیانت نہیں ہیں' اچھے اور دیانت دار لوگوں کی بھی بڑی تعداد ہے لیکن لوگوں کا سرکاری ملازمین اور سرکاری اداروں پر اعتماد ختم ہوگیا ہے اور یہ فیشن بھی بن گیا ہے کہ لوگوں کو کرپٹ کہا جائے اوراس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارا پورا معاشرہ بدعنوان ہوگیا ہے۔ عام آدمی کے لئے کسی سرکاری ملازم کے بارے میں یہ تصور کرنا ہی مشکل ہوگیا ہے کہ وہ کرپشن نہیں کرتا۔ یہ لعنت کیوں پیدا ہوگئی اس کو ختم ہونا چاہئے اور عوام کا سرکاری ملازمین پر اعتماد بحال ہونا چاہئے اور لوگوں میں یہ تاثر پیدا ہوکہ حکومت میں کام کرنے والے لوگ اچھے ہیں'.نیک ہیں' دیانت دار ہیں جبکہ آج تاثر یہ ہے کہ سب لوگ

بددیانت ہیں۔ آپ کو غور کرنا چاہئے کہ اس سے بڑا بدنمائی کا داغ سرکاری مشینری پر اور کیا ہو سکتا ہے بلکہ اس سے بڑی لعنت بے عزتی اور تذلیل کسی معاشرے کی کیا ہو سکتی ہے۔ اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سب کو دیکھنا چاہئے کہ وہ ایسا کیا کرر ہے ہیں جس کی وجہ سے یہ بدانتظامی اور کرپشن کی لعنت ہمارے معاشرے پر مسلط ہو گئی ہے۔ آپ کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ آپ لوگ تحریک آزادی کے بیس کیمپ کے کارکن ہیں' تحریک آزادی کے لوگ ہیں۔ ساری دنیا کی نگاہیں آپ پر لگی ہوئی ہیں۔ میں ان معاملات پر کسی سے کوئی سمجھوتہ نہیں کرسکتاممکن ہے کچھ اور لوگ سمجھوتہ کرلیں لیکن میں آپ کو کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کو میرے قدم کے ساتھ قدم ملا کر چلنا ہوگا تاکہ سرکاری ملازمین کی عزت و وقار بحال ہو' عوام کا ان پر اعتماد بحال ہو اور ہم ۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۰ء کے دوران انتظامیہ کے لئے عزت اور وقار کا مقام حاصل کرچکے ہیں۔ جو سینئر حضرات یہاں موجود ہیں ان کو یاد ہوگا کہ ۱۹۷۰ء میں ہماری انتظامی مشینری کی کیا پوزیشن تھی اور جب ۱۹۷۵ء میں ہم نے حکومت چھوڑی اس وقت کیا پوزیشن تھی۔ سرکاری ملازمین کااپناایک احترام عزت اور وقار ہے اور اس کو بحال رکھنا ضروری ہے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ جب آزاد کشمیر کے کسی ملازم کا ذکر ہوتا ہے تو سب سے پہلے کرپشن کی بات ہوتی ہے' آخر ایسا کیوں ہے۔ اس تاثر کو فوری طور پر ختم ہونا چاہئے اور اگر آپ کے دلوں پر اللہ تعالی نے ختم اللہ علی قلوبہم کے مصداق مہریں نہیں لگائی ہیں تو پھر اپنے آپ کو ٹھیک کریں' اپنی اصلاح کریں اور میری ہدایات پر عمل کریں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں خواہ مخواہ لوگوں کو برا سمجھوں' میں تو ہر شخص اپنے سے اچھا سمجھتا ہوں۔ میں ذاتی طور پر ہر شخص کو محنتی اور دیانت دار خیال کرتا ہوں لیکن لوگوں کا تاثر بھی ٹھیک ہونا چاہئے کہ ہماری انتظامیہ محنتی' دیانتدار اور باصلاحیت ہے۔

میں آپ لوگوں سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ آپ حضرات اپنے علم میں اضافہ کریں۔ اپنی مہارت میں اضافہ کریں۔ علم اور مطالعہ کا تو یہ عالم ہے کہ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ آپ میں سے کوئی شخص اپنے فن اور محکمہ کے بارے میں کچھ پڑھتا لکھتا ہو۔ مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ آپ لوگ پڑھ لکھ کر سارا علم بھول گئے ہیں' ساری فنی مہارت بھلا بیٹھے ہیں۔ کسی کو کچھ نہیں آتا' کسی کو فن سے کوئی دلچسپی نہیں یا کم از کم میں نے ایسا کوئی مظاہرہ نہیں دیکھا۔ مجھے اللہ تعالی نے دیکھنے اور سننے کی صلاحیت دے رکھی ہے۔ میں اپنے گردو پیش دیکھتا ہوں' غور و فکر کرتا ہوں اور سنتا ہوں کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں' مختلف محکموں کی کیا حالت ہے میں اپنے کان اور آنکھیں کھلی رکھتا ہوں اس لئے آپ سے کہتا ہوں کہ مجھے اس امر کا احساس ہونا چاہئے تھا کہ آزاد کشمیر میں تبدیلی آگئی ہے اور لوگوں نے صحیح طور پر کام کرنا شروع کردیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کام کی عادت چھوڑنے کے ساتھ ہی لوگوں کے پاس علم بھی نہیں رہا اور مہارت بھی نہیں رہی۔ آپ ذرا غور کریں کہ آپ اتنا سارا وقت کس بات پر صرف کردیتے ہیں۔ قومی اور ملکی کام کتنا کرتے ہیں؟ میں یہ بھی آپ کو بتا دوں کہ حرام کھانے کے بعد علم اور فکر باقی نہیں رہتے اور کام میں دلچسپی ختم کرنے سے بھی علم اور فکر ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ آپ میں سے ہر شخص ان معاملات کے بارے میں جو آپ لوگوں کو سپرد کیے گئے ہیں' چوبیس گھنٹوں میں کم از کم دو گھنٹے روزانہ مطالعہ کریں اور معاملات پر غور کریں اور ان معاملات کے بارے میں علم حاصل کریں۔ خود مطالعہ کی عادت ڈالیں اور اپنے بچوں میں پڑھائی اور مطالعہ کا شوق و ذوق پیدا کریں۔ آپ تعلیم یافتہ باشعور اور پڑھے لکھے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کو زمانے کے آداب آنے چاہئے' ملکی اور بین الاقوامی حالات پر آپ کو نگاہ ہونی چاہئے اور قومی معاملات کی سمجھ ہونی چاہئے۔ کل پرسوں یہاں ایک

امریکی ٹیم آئی۔ ان میں ایک نوجوان تھا جو امریکی کانگریس میں ڈان برٹین کا سیکرٹری بلکہ خارجہ معاملات کا انچارج تھا۔ اس کی گفتگو انتہائی خوبصورت اور ٹھوس معلومات سے مزین تھی۔ اس نے اپنی بات چیت میں آزاد کشمیر' پاکستان اور بھارت کے بارے میں اتنی چھوٹی چھوٹی باتیں بتائیں جو یہاں کے لوگ خود نہیں جانتے۔ وہ ایک کانگریس مین کا سٹاف افسر اور چھوٹے درجے کا ملازم تھا۔ محض تین چار سالہ ملازمت کا تجربہ رکھتا تھا وہ خارجہ معاملات میں امریکی کانگریس کے ممبر ڈان برٹین کو بریف کرتا ہے۔ اس کی گفتگو سن کر میرا دل' جگر خون ہو رہا تھا کہ ہمارے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ ہمارے لوگوں کی شکلیں خراب نہیں حسب و نسب خراب نہیں' کتابیں وہی پڑھتے ہیں لیکن ان میں سے کسی فرد کو مسئلہ کشمیر کے ہزارویں حصہ کا بھی صحیح علم نہیں جو ہماری زندگی موت کا مسئلہ ہے۔میں بلا استثناء یہ کہوں گا کہ آپ لوگوں نے مسئلہ کشمیر کو پڑھا نہ سمجھا نہ دیکھا نہ سنا اور نہ اس پر غور کیا اور نہ اس میں دلچسپی لی۔ حد تو یہ ہو گئی ہے کہ ہمارے لوگوں کو دین کے بارے میں علم ہے' نہ دنیا کے بارے میں نہ خدا کے بارے میں اور نہ آخرت کے بارے میں آخر ہم کیا ہیں اور اس دنیا میں ہمارے وجود کی ضرورت کیا ہے؟۔ میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ مجھے روزانہ اس صورت حال سے گزرنا پڑتا ہے۔

میرپور اور مظفر آباد میں سالانہ ترقیاتی پروگرام کے جائزہ اجلاسوں کے دوران' میں نے محسوس کیا کہ ایک آدھ ملازم کے علاوہ کسی نے کاغذ پنسل کو ہاتھ تک نہیں لگایا سنی سنائی باتوں پر لگے رہے حالانکہ جو سوالات ممکنہ طور پر کیئے جاسکتے تھے ان کے بارے میں مجھے پوری طرح بریف کیا جانا چاہئے تھا لیکن اس کی کسی کو توفیق نہیں ہوئی۔

میرے عزیز ساتھیو!

میں یہ مشق اس لئے کررہا ہوں کہ آپ کی ایجوکیشن اور تربیت ہو اور آپ کو پتہ چلے کہ آپ نے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا تاکہ جب دوسری بار بریفنگ لوں تو اس وقت اندازہ کرسکوں گا کہ کسی نے کچھ پڑھا ہے یا نہیں' یا کسی کا کتنا علم ہے اور کیونکہ یہ میری ذمہ داری ہے کہ ضلع کے ترقیاتی پروگراموں کا جائزہ لوں۔ اس کے علاوہ میری دیگر ذمہ داریاں بھی ہیں حکومت کی ذمہ داریاں قیادت کی ذمہ داریاں ہیں۔ میں اس مشق میں بعض سینئر لوگوں کو بھی شریک کرنا چاہتا ہوں تاکہ ہماری پوری پوری راہنمائی ہوسکے۔ آزاد کشمیر میں تعمیرو ترقی کی ایک جامع تصویر سامنے آنی چاہئے۔ تعمیرو ترقی کی محکمانہ تصویر تو سامنے آجائے گی لیکن مجموعی جائزہ اور تصویر سامنے آنی چاہئے جس سے آزاد کشمیر میں اقتصادی اور معاشی ترقی کا پتہ چل سکے اور اسے ایک مربوط نظام کی شکل دی جائے۔ تعمیرو ترقی کا پورا نظام مربوط نہیں ہے اگر کسی جگہ ایجوکیشن بڑھ گئی ہے تو اس کا معیار گر گیا۔ سڑکیں اور اور راستے بن رہے ہیں مگران کی مرمت اور توسیع کا کام نہیں ہورہا۔ زراعت میں کھاد کا استعمال کیا جارہا ہے مگر اس کے نتائج کا کوئی علم نہیں۔ تعمیرو ترقی کے یہ سارے کام باہمی طور پر مربوط نہیں۔ ہر شعبہ بے ربط چل رہا ہے اس لئے تعمیرو ترقی کے کاموں کو مربوط کرکے ایک نظام میں لانے کی ضرورت ہے تاکہ یہ سب کام متوازن طریق سے کئے جاسکیں۔میں نے ۱۹۷۰ء۔۱۹۷۵ء کے دوران ایک جامع منصوبہ بندی کے ذریعے تعمیرو ترقی کے لئے ایک مربوط نظام تشکیل دیا تھا مگر بدقسمتی سے بعد میں وہ نظام چلایا نہ جاسکا جس کی وجہ سے آج ہمارے ترقیاتی اور تعمیراتی پروگرام کا کوئی سرپاؤں نہیں ہے۔

اس موقع پر میں ترقیاتی محکموں کے علاوہ انتظامیہ کے محکموں سے بھی یہ کہنا

چاہتا ہوں کہ ابھی تک ہماری انتظامیہ کے محکمے پوری تیاری اور مستعدی کے ساتھ کام نہیں کررہے بلکہ جو کام کسی جگہ اٹکا ہوا ہے وہ وہاں مدتوں سے اٹکا ہوا ہے۔ الجھے ہوئے کاموں کو سلجھانے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا جارہا۔ میں یہاں یہ بھی واضح کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ میری کسی سرکاری ملازم کے ساتھ کوئی پرخاش نہیں اور نہ ہی کسی کے ساتھ برادری یا رشتہ داری ہے اور نہ کوئی میری ذاتی پسند یا ناپسند ہے۔ میری برادری تمام کلمہ پڑھنے والے مسلمان ہیں۔ میں انصاف کے بارے میں کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ میں آپ سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ آپ میں سے ہر شخص کو خود اپنے ساتھ انصاف کرنا چاہئے اور دوسروں کے ساتھ انصاف کرنا چاہئے۔ تمام معاملات میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جانا چاہئے۔ میں پھر یہ کہوں گا کہ عزت اس میں نہیں کہ فائل روک کر رکھی جائے اور لوگوں کے جائز کام روک کر بیٹھ جائیں اور مجبور لوگوں کو چکر لگوائے جائیں بلکہ عزت اس میں ہے کہ دوسروں کا جائز کام ان کے حق کے طور پر کیا جائے۔ ہمارے ہاں یہ مزاج بن گیا ہے کہ لوگوں کی فائلیں روک کر ان کو ستا کر تنگ کیا جاتا ہے۔ جس سے بد مزگی اور دلوں میں کدورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ شرافت' انسانیت اور عزت وقار کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنے مخالف کا کام بھی کریں اور اس کا حق بھی وقت پر ادا کریں پھر وہ بھی آپ کی عزت کرے گا اور اگر وہ نہیں بھی کرے گا تو اللہ تعالی بہرحال آپ کو عزت و احترام دے گا کیونکہ عزت اور ذلت کا مالک اللہ تعالی ہے۔

میرے دل میں کوئی کدورت نہیں' ناانصافی نہیں اور میں قانون اور ضابطے پر چلنا چاہتاہوں لوگوں کے ساتھ انصاف کرنا چاہتا ہوں اور انصاف کے سلسلے میں کسی قسم کی تخصیص نہیں ہونی چاہئے۔ آپ سے بھی میں یہی کہتا ہوں کہ لوگوں کے کام روک کر' رشوت کے انتظار میں نہ بیٹھیں اور نہ ہی ذاتی دشمنیاں نکالیں بلکہ ہرایک کا کام اس کے حق کی بناء پر کریں۔

۱۷ جنوری ۱۹۹۲ء کو کشمیر ہاؤس میں

ضلع کوٹلی کے ترقیاتی جائزہ سے وزیر اعظم آزاد کشمیر

مجاہد اول سردار محمد عبد القیوم خان کا خطاب

بسم اللہ الرحمان الرحیم

میرے عزیز ساتھیو۔

آپ سب حضرات کے علم میں ہے کہ چار اضلاع میں ضلعی سطح پر جائزہ کا پروگرام مکمل ہوگیا ہے۔ آج یہاں ہم ضلع کوٹلی کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کا جائزہ لیں گے۔ اس سے پہلے مرکزی سطح پر سینئر وزیر کی قیادت میں جائزہ کا کام ہوا تھا۔ میری خواہش تھی کہ میں خود ہر ضلع میں جائزہ اجلاس میں شرکت کروں تاکہ ترقیاتی کاموں کا جائزہ بھی لیا جاسکے اور پے در پے سیاسی تبدیلیوں کی وجہ سے درمیان میں جو خلا پیدا ہوا ہے اسے بھی پر کیا جاسکے۔ ہم نے پچھلے دنوں باقی اضلاع میں جو جائزہ اجلاس کئے ہیں' میرے خیال میں ان کا کچھ نہ کچھ اچھا اثر ہونا چاہیئے اس لئے کہ اولاً" ہمارے لوگوں میں صلاحیت موجود ہے اور ثانیاً" ان اجلاسوں میں انتظامیہ کو راہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ انتظامیہ کا عام اصول ہے کہ وہ خود اپنا رخ متعین نہیں کرتی بلکہ اسے رہنمائی دینی پڑتی ہے اور ان جائزہ اجلاسوں میں یہ ضرورت کسی حد تک پوری کی گئی ہے۔ اس سے پہلے اجلاسوں میں جو باتیں کہہ چکا ہوں ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے وہ آپ تک پہنچ چکی ہوں گی یا پہنچ جائیں گی مگر ایک دو باتیں جو ضروری ہیں وہ آپ سے کروں گا۔ اول یہ کہ ترقیاتی کاموں میں ہم اس بات پر بہت زور دیتے ہیں

کام وقت پر ہونے چاہئیں اور ان کاموں کا معیار ٹھیک ہو۔ یہ بات اپنی جگہ بالکل بجا ہے لیکن یہ نتائج حاصل کرنے کے لئے کچھ تقاضے ایسے ہیں جن کا خیال رکھاجانا چاہئے۔ اگر ان لوازمات کا خیال نہ رکھا جائے تو ایک پہلو تو تکمیل پا جاتا ہے مگر باقی پہلو تشنہ رہ جاتے ہیں۔ بنیادی بات یہ ہے کہ پیسہ وقت پر خرچ ہونا چاہئے اور صحیح طریقے سے خرچ ہونا چاہئے یہ دونوں باتیں پچھلے ایک ڈیڑھ سال کے عرصے میں درہم برہم ہوگئی ہیں۔ پیسے صحیح وقت پر خرچ کرنے کا تصور ماند پڑگیا ہے اور صحیح طریقے پر خرچ کرنے کا بھی رواج ختم ہوکر رہ گیا ہے۔ وقت پر پیسے خرچ کرنے کے سلسلے میں' میں نے ہدایت کی ہے کہ بجائے جون کے' مئی تک پیسہ خرچ کیا جائے۔ سال کو ۱۲ مہینے کا سمجھنے کی بجائے ۱۱ ماہ کا سمجھا جائے۔ ماہ جون کو اپنے سارے پروگرام اور شیڈول سے نکال دیں اور مئی کی آخری تاریخ تک یہ سالانہ ترقیاتی پروگرام جو اس وقت جاری ہیں مکمل ہوجانے چاہئیں۔ اس کے مطابق اپنی تیاری کریں اور خرچہ محض کتابوں میں نہ بتائیں بلکہ حقیقت میں پیسہ خرچ ہونا چاہئے اور زمین پر نظر آنا چاہئے۔ پچھلے سال کی مثال نہ دہرائیں کہ کئی کروڑ روپے کا تار کول خرید لیا گیا' خرچ کتابوں میں درج ہوگیا اور وہ تار کول ابھی تک پڑا ہوا ہے۔ پتہ نہیں کہیں استعمال بھی ہوگا یا نہیں۔ اس طرح کی کوئی حرکت نہیں کرنی چاہئے۔ یہ بات یاد رکھیں اور میں سب محکموں کو سختی سے کہنا چاہتا ہوں کہ پیسہ وقت پر خرچ کریں اور صحیح طریقہ سے خرچ کریں۔ اگر اس میں کوئی دقت ہے تو وقت پر بتائیں تاکہ اس کو دور کیا جاسکے میں انشاء اللہ تھوڑے دنوں کے بعد پھر ضلع وار نظرثانی اجلاس کروں گا اور پھر ہم مرکزی سطح پر نظرثانی کریں گے تاکہ ماضی میں جو خرابیاں پیدا ہوئی ہیں ان کو دور کرسکیں۔ میں اس وقت زیادہ تفصیل میں نہیں جاتا بہر حال نظرثانی کے دوران معاملات کو دیکھ لیں گے۔

میرے عزیز ساتھیو!

دوسری بات یہ ہے کہ پیسہ خرچ کرنے کی اس ساری مشق میں آپ کی تو شاید براہ راست اتنی ذمہ داری نہ ہو البتہ میری اور ترقیاتی محکموں کی ذمہ داری زیادہ ہے۔ اس لئے اس کارکردگی اور کار گزاری میں توازن قائم کرنے کی ضرورت ہے میں نے پچھلی میٹنگوں میں دیکھا ہے کہ اخراجات میں شعبہ وار توازن بھی نہیں تھا۔ جب سرکاری اہلکار اور ذمہ دار لوگ پوری دلچسپی اور شوق سے کام نہیں کرتے اور توجہ نہیں کرتے تو توازن اور زیادہ خراب ہوجاتا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ قبل ہماری معائنہ ٹیم نے معاملات کا مختصر جائزہ لینے کے بعد جو رپورٹیں مرتب کی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ خرابیاں کتنی ہورہی ہیں یا اس سے پہلی رپورٹوں سے بھی خرابیوں کا پتہ چلتا ہے لیکن ابھی تک ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے کسی ذوق، جذبے یا سنجیدگی سے کوشش نہیں کی گئی۔ شاید اس خیال سے کہ جب خرابیاں بہت زیادہ ہوجائیں گی تو سمجھا جائے گا کہ یہ درست نہیں ہوسکتیں اس لئے اسی طرح چلنے دو۔ اس لئے یہ تاثر دور کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاں خرابیاں ہیں ان کی اصلاح کی جائے۔ تیسرا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اس ساری تعمیرو ترقی میں اگر اخلاقی پہلو کار فرما نہیں ہوگا تو ہماری ساری کارروائی غیر پیداواری ہوجائے گی۔ مفید ہونے کی بجائے نقصان دہ ہوجائے گی اور یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ ہمارا اخلاقی کیمو نینٹ روز بروز کمزور اور زوال پذیر ہوتا جارہا ہے اس اخلاقی انحطاط اور زوال کو روکنے کی ضرورت ہے۔ اس صورت حال کو بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ آپ کا ملک ہے آپ کے مفادات اس سے وابستہ ہیں اور آپ کا نفع اور نقصان اس سے وابستہ ہے۔ کیونکہ ناجائز اور حرام ذرائع سے حاصل کردہ پیسہ جب ملک میں خرچ ہوگا تو لامحالہ یہ عادتوں پر اثر انداز ہوگا۔ آج بھی ہم اپنے گھروں میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اکثر ہندوستان سے آئی ہوئی امریکہ سے آئی ہوئی نیم عریاں فلمیں موجود

ہوں گی۔ یہ سب کچھ غلط پیسے کی وجہ سے ہے۔ جہاں بھی پیسہ زیادہ ہوگا وہاں اخلاقی گراوٹ آئے گی اور عادات خراب ہوں گی۔ پیسے کی وجہ سے بچوں کی عادتیں خراب ہو رہی ہیں۔ لوگوں نے گھروں میں وی سی آر پر وڈیو فلموں کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس کا بچوں پر برا اثر پڑ رہا ہے۔ بچے چھپ چھپ کر وی سی آر دیکھتے ہیں۔ اس طرح ہم اخلاقی پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ ہم ایسی قوم ہیں جو اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اور آزادی کے کیمپ میں رہتے ہیں' ہمارا اخلاق بہت اعلیٰ درجے کا ہونا چاہئے۔ پھر ہم مسلمان قوم ہیں' ہمیں اپنے اخلاق و کردار کو اسلام کے قریب رکھنا چاہئے۔ اگر اسلام پر بہت زیادہ عمل نہیں کر سکتے تو اتنے دور بھی نہ ہوجائیں کہ واپسی ناممکن ہو۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم اپنی اخلاقی اور فکری اصلاح کریں ورنہ ہماری ساری سرگرمیاں فضول ہوں گی۔ اس سے ہمارے معاشرے کو اور ہماری تحریک کو نقصان پہنچے گا۔ اگر ہم کوئی اچھا کام کر رہے ہوں گے تو وہ بھی ضائع ہوجائے گا۔ افسوس کی بات ہے کہ کھاتے پیتے گھرانوں کے بچوں کی تربیت اور تعلیم درست نہیں ہو رہی اور سکولوں اور کالجوں میں زیادہ تر خرافات انہی کھاتے پیتے گھرانوں کے بچے کر رہے ہیں یعنی اس پیسے کے ذریعے ان کی خوراک اور تربیت درست نہیں ہو رہی۔ اگر آپ لوگ اپنے روز مرہ کے کاموں میں اخلاقی اقدار کا خیال رکھیں گے تو اس کا اثر گھر پر' بچوں پر' باہر معاشرہ پر اور عام زندگی پر بھی پڑے گا' پھر اس سے خیر و برکت بھی ہوگی اور اللہ تعالیٰ برکت بھی دیں گے۔ ہمارے کاموں میں اتنی بے برکتی اور اسراف ہے کہ اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ جب آپ اخلاقی پہلو ٹھیک کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ وہی کام اتنے ہی پیسے میں کتنا زیادہ ہوتا ہے۔

عزیز ساتھیو!

ایک ضروری بات یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں علم اور جستجو کی کمی ہے۔ ایک تو سکولوں' کالجوں میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے اس کا معیار ویسے ہی گرا ہوا ہے لیکن جب نوکری مل جاتی ہے تو جو کچھ پڑھا ہوا ہوتا ہے وہ بھی بھول جاتے ہیں۔ آج بہت زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے علم میں اضافہ کریں۔ میرے خیال میں تو علم ایسی چیز ہے کہ اگر اس میں اضافہ نہیں کریں گے تو یہ خود بخود کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب میں سرکاری ملازمین کی اپنے محکموں کے بارے میں باتیں سنتا ہوں تو اکثر سوچتا ہوں کہ ان کو دو چار سال لگا کر پڑھانا چاہئے تاکہ ان کو پتہ چلے کہ ان کے محکمے کے معاملات کیا ہیں۔ سرکاری ملازمین میں مجھے علم کا کوئی مظاہرہ یا شوق و ذوق نظر نہیں آتا۔ گنتی کے چند لوگ ہوم ورک کرتے ہیں یا اپنے علم میں اضافہ کرتے ہیں۔ آج کی دنیا میں علم کی کوئی حد نہیں رہی کہاں علم کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے' محکمانہ علم بھی اور انفرادی علم بھی۔ آپ لوگوں کو کچھ وقت نکال کر تھوڑا بہت اپنے محکموں کے بارے میں روزانہ پڑھنا چاہئے اور علم حاصل کرنا چاہئے۔ جن لوگوں نے کچھ علم حاصل کیا ہوا ہے یا جن کو ذوق و شوق ہے' انہیں اپنے علم پر عمل کرنے کا کوئی موقع نہیں ملتا۔ جو آدمی جہاں کھڑا ہے وہیں کھڑا ہے اس طرح وہ بھی سوچنے لگتا ہے کہ مجھے علم پڑھنے کا کیا فائدہ۔ دوسرے ملکوں اور معاشروں میں صاحب علم لوگوں کی قدر و منزلت ہوتی ہے ان سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ میں آپ لوگوں سے مشورہ کرکے ایسا انتظام کرنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کے پاس علم ہے ان کو اس کے استعمال کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ مجھے ۱۹۷۰ء کے دور کا ایک واقعہ یاد ہے' کوئی آدمی باہر سے پی ایچ ڈی کرکے آیا تو میں نے اس کے محکمے والوں کو کہا کہ اس کا خیال رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ کس نے اسے کہا تھا کہ پڑھ کر آئے' یہ پڑھ کر آگیا ہے ہماری سنیارٹی متاثر ہورہی ہے۔ ہم تو جونیئر ہوجائیں گے۔ اب یہ بھی ایک رجحان ہے کہ بے شک کوئی جاہل ہو مگر اس کی سنیارٹی

ہونی چاہیئے۔ سینئر بے شک جاہل ہو' بیٹھا رہے۔ اس کا بھی ازالہ کرنے کی ضرورت ہے۔ علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے محکمہ کے بارے میں پیشہ ورانہ مہارت بھی ہونی چاہیئے۔ اگر ترقی بھی ملے تب بھی اپنے محکمے اور پیشے کے بارے میں مہارت حاصل کرنے کا ذوق و شوق ہونا چاہیئے۔ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی' ہم ابھی ابتدائی باتوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ علم مہارت اور دیانت پیدا کریں' محنت کریں۔ میرا ۱۹۷۰ء کا تجربہ یہ ہے کہ تھوڑی سی محنت اور کوشش سے ہم نے ایک جاندار اور باصلاحیت انتظامیہ تشکیل دے دی تھی۔ آج ذرائع' وسائل' علم اور بہت چیزیں میسر ہیں جو اس وقت حاصل نہیں تھیں' آج کوئی مشکل نہیں ہونی چاہیئے۔ ۱۹۷۰ء میں ہماری انتظامیہ کا جسم گلا سڑا اور مردہ تھا جس کو ہم نے صحت مند توانا جسم میں تبدیل کردیا تھا آج آپ اگر محنت کریں کوشش کریں تو اس سے آپ کو فائدہ پہنچے گا' اس ملک کو فائدہ پہنچے گا اور یہ سب چیزیں مل کر تحریک آزادی پر اثر انداز ہوں گی۔ تحریک آزادی کے لئے جو مضبوط بیس کیمپ چاہیئے' وہ مضبوط اسی طریقہ سے ہو سکتا ہے کہ اس میں ہونے والے کام ٹھیک ہوں اور ان کا اثر مقبوضہ کشمیر پر پڑے۔ یہ ہماری بڑی ذمہ داری ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ سرکاری ملازمین کو سیاست سے دور رکھا جائے مگر کچھ ملازمین کو بھی سیاست کا چسکا ہے اور کچھ ہماری بھی کمزوریاں ہیں۔ آپ کی سب سے بڑی سیاست یہ ہے کہ آپ اپنا کام ٹھیک کریں۔ سیاست کا اثر انتظامیہ پر نہیں ہونا چاہیئے۔ گروہی اور قبیلہ داری اور علاقائی سیاست کو علیحدہ رکھ کر آپ اپنا کام کریں۔ اپنے آپ کو ان چیزوں سے بچائیں ورنہ آپ ان کا شکار ہوجائیں گے۔

۵ جنوری ۱۹۹۲ء کو وزیر اعظم ہاؤس مظفر آباد میں
وزیر اعظم آزاد کشمیر
مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کا
سیکرٹریٹ سٹاف سے خطاب

بسم اللہ الرحمان الرحیم

میرے عزیز ساتھیو!

میری خواہش تھی کہ حکومت کا کام کاج شروع کرنے سے پہلے ہی آپ حضرات کے ساتھ بیٹھ کر باہمی تبادلہ خیال کرتا۔ ماضی کے تجربات اور مشاہدات سے جو باتیں میری سمجھ میں آئی ہیں ان سے آپ کو آگاہ کرتا اور یہ بھی بتاتا کہ میں کیا چاہتا ہوں اور آپ سے میری توقعات کیا ہیں۔ اس پر بھی گفتگو ہوتی کہ مستقبل کے تقاضے کیا ہیں اور ان سے ہم آہنگ ہونے کے لئے ہم میں سے ہر ایک نے کیونکر تیار ہونا ہے اور افہام و تفہیم کے ذریعہ مستقبل کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنا اور پھر اس پر عمل کرنا ہے لیکن میری مصروفیات اتنی زیادہ رہی ہیں کہ وقت نہیں نکالا جاسکا۔ آج بھی بڑی مشکل سے وقت ملا ہے۔ آج دن کو تحریک حریت کشمیر کے زیر اہتمام کشمیر میں بھارتی جبر و استبداد اور مظالم کے خلاف ایک بڑا مظاہر اور جلسہ تھا۔ ابھی شام کو خواتین کی ایک بہت بڑی میٹنگ منعقد ہونے والی ہے اس کے بعد بھی کچھ میٹنگز اور وفود سے ملاقاتیں ہیں الغرض کام کا دباؤ روز بروز بڑھ رہا ہے۔ اس لئے انتہائی اختصار کے ساتھ آپ دوستوں سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میری دلی خواہش ہے کہ حاکمیت اور محکومیت کے تصورات سے خالی الذہن ہوکر' راعی اور رعایا ہونے کے خیالات

سے بلند تر ہو کر، ہم میں سے ہر شخص اپنی ذمہ داری کا خیال رکھتے ہوئے، قومی ذمہ داری کے جذبے سے سرشار ہو کر اور اپنے فرائض کے دائرے میں رہ کر اپنا کام انجام دے۔ پچھلے چند سالوں میں، میں جو کچھ دور سے دیکھتا رہا ہوں۔ اس ضمن میں کچھ باتیں آپ سے کہنا چاہوں گا۔

عزیزان محترم!

۷۱-۱۹۷۰ء میں جب عام انتخابات کے نتیجے میں، میں صدر منتخب ہوا اس وقت آزاد کشمیر میں انتظامیہ کی حالت ناگفتہ بہ تھی وہ سب واقعات آپ کو بھی بخوبی یاد ہوں گے۔ اس وقت ہم ذلت، پستی، نیز بد انتظامی، شکایات اور تلخی کے ایسے مقام پر کھڑے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان مشکلات پر کیسے قابو پایا جائے۔ لیکن میں انتظامیہ کے دوستوں کا نہایت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے قلیل مدت میں مسائل اور مشکلات پر قابو پالیا۔ میری ہدایات کے مطابق عمل کرنے سے تھوڑی سی مدت میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ وہی انتظامیہ جو ختم کئے جانے کے قابل تھی، محنت اور لگن سے کام کرنے کی وجہ سے قابل عزت ہو گئی۔ میں ڈویلپمنٹ کے محکموں کو بتا رہا تھا کہ ۷۴-۱۹۷۳ء میں مرکزی حکومت نے ایک جائزہ مرتب کیا تھا اس میں بتایا گیا تھا کہ پنجاب نے ۳۵ فیصد ترقیاتی رقوم خرچ کیں، سندھ نے ۲۵ فیصد، سرحد اور بلوچستان نے بالترتیب ۲۰ اور ۱۵ فیصد اور آزاد کشمیر نے ۱۱۰ فیصد رقوم خرچ کی تھیں۔ باوجود اس کے کہ اس دور میں مرکز میں ایسی حکومت تھی جس کے ساتھ ہمارے نظریاتی اختلافات تھے اور آپس میں تلخیاں بھی تھیں لیکن یہ ہماری انتظامیہ کی بہتر کارکردگی اور عمدہ صلاحیتوں کا نتیجہ تھا۔ اس سے ہمارے وقار میں اضافہ ہوا اور انتظامیہ پر اعتماد بحال ہوا۔ ۱۹۷۵ء میں ہماری حکومت ختم ہو گئی۔ میرے ذہن میں مستقبل

کے لئے جو منصوبے تھے وہ بد قسمتی سے پورے نہ ہوسکے۔ منصوبہ بندی کا وہ تسلسل قائم نہ رہ سکا۔ ہماری حکومت کے خاتمہ کے بعد بغیر کسی منصوبہ بندی کے حکومتیں چلتی رہیں۔ نہ تو ان کا کوئی نظریاتی مسلک تھا اور نہ ہی انتظامی صلاحیت' اور نہ ہی کوئی ترقیاتی منصوبہ بندی تھی۔ گویا ان کے سارے کام ہنگامی بنیادوں کے تابع تھے۔ ہماری سابقہ حکومت نے ۱۹۷۵ء سے ۱۹۹۰ء تک ان تھک کوشش کی کہ انتظامیہ کی اصلاح ہوجائے مگر ہم اس کوشش میں کماحقہ کامیاب نہ ہوسکے۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ ان میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ڈیڈ لاک بہت زیادہ تھااور خرابیاں بھی اتنی تھیں کہ ان کی پوری اصلاح ناممکن تھی۔ میری ذمہ داری اس وقت بالواسطہ اور براہ راست نہیں تھی اس لئے میں کچھ زیادہ کام نہیں کرسکتا تھا۔ اب چونکہ میری ذمہ داری بلاواسطہ اور براہ راست ہے اس لئے اب میرے لئے کوئی جواز نہیں کہ میں کسی منصوبے پر عمل نہ ہونے پر یہ کہوں کہ اب تک عمل نہیں ہوا تو اگلے سال ہوجائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سب اس بات پر غور کریں اور سمجھیں آپ کی سوچ اور میری سوچ میں اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ دونوں سوچوں کی سطح اور لیول (Level) برابر ہو۔ اگر سوچ میں اختلاف ہوگا تو ہم آہنگی مفقود ہوگی۔ اس سے ایک قسم کی کشمکش ابھرے گی۔ میں آپ سے کسی ایسے کام کا تقاضا نہیں کرتا جو آپ نہ کرسکتے ہوں۔ میں وہی باتیں کہتا ہوں جو اپنی جگہ ہر فرد کہتا ہے لیکن کرتا نہیں۔ اس لئے سوچ اور فکر کا لیول برابر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میٹنگ میں آپ کو انفرادی اور اجتماعی طور پر حق ہے کہ آپ مجھے برملا کہیں کہ آپ کی سوچ میں فلاں نقص ہے یا فلاں بات ناقابل عمل ہے تو میں خوش ہوں گا اور نقص کو دور کروں گا عام تاثر یہ ہے کہ ابھی تک انتظامی امور اور انتظامیہ میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ زیادہ سے زیادہ یہ قیاس کیا جاسکتا ہے جو مزید خرابیاں ہونے والی تھیں وہ رک گئی ہیں۔ خرابی بعد از خرابی کا سلسلہ رک گیا ہے۔

لیکن اصلاح تاہنوز نہیں ہوئی۔ یہ آپ سب کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ اصلاح کیوں نہیں ہوئی؟انٹیلی جنس رپورٹیں بھی یہی کہتی ہیں۔ ہمارے اپنے کارکن بھی یہی کہتے ہیں۔ نیز سرکاری ملازمین بھی اپنی جگہ یہی کہتے ہیں۔ اصلاح سے مراد دو چیزیں ہیں۔ ایک سزا ہے۔ یعنی پنش منٹ"Punishment" یا ڈسپلنری ایکشن اور ایک درستگی اور اصلاح ہے۔ میری کوشش یہ رہی ہے کہ سزا اورجزا سے پہلے ہر ایک کو اپنی اصلاح کا موقع ملے۔ شاید یہ غلط ہومگر میرا اپنا اندازہ ہے کہ انتظامیہ کے لوگ خواہ یہاں کے ہوں یا پاکستان کے از خود خرابی نہیں کرتے۔ خرابی ان سے کرائی جاتی ہے اور پھر سب اس میں شریک ہوجاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اب یہ تاثر ابھرے اور ایسا محسوس ہو اور لوگ کہیں کہ انتظامیہ میں اصلاح ہوگئی ہے۔ انقلابی تبدیلی رونما ہوگئی ہے اور انتظامیہ راہ راست پر آگئی ہے۔ بہتری سے میری مراد یہ ہے کہ بد دیانتی اور رشوت ستانی کا خاتمہ ہوجائے۔ میرا خیال ہے اور آپ بھی اس سے اتفاق کریں گے کہ ابھی تک رشوت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اس سے زیادہ افسوسناک اور پریشانی کی بات میرے لئے کوئی نہیں ہوسکتی۔ سوال یہ ہے کہ کیا میں رشوت لیتا ہوں یا میرے وزراء لیتے ہیں' کہیں نہ کہیں کوئی تو خرابی ضرور ہے جو رشوت ختم نہیں ہوئی' بد دیانتی ختم نہیں ہوئی۔ پہلے تو چند محکمے بدنام تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ فلاں محکمہ رشوت لیتا ہے لیکن آج یہ تاثر عام ہے کہ ہر محکمہ میں فائل کے ساتھ سائل کا ہونا بھی ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی بھی دیانتدار نہیں ہے۔ دیانتدار لوگ ضرور ہیں لیکن وہ بہت تھوڑے ہیں جس کی وجہ سے بد نامی سب کے لئے یکساں ہے۔ ہم سب مسلمان ہیں' بھائی بھائی ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک نے مرنا ہے۔ قیامت کو خدا کے سامنے جوابدہ ہونا ہے۔ ہم سب کا فرض ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کریں۔ ہم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ذمہ دار سے باز پرس ہوگی بہرحال ایک تو اصلاح کا پہلو یہ ہے۔اصلاح کا دوسرا پہلو یہ

ہے کہ ہماری سوچ میں غلامی کا اثر ابھی باقی ہے۔ ہم دوسروں کی حق تلفی اس لئے کرتے ہیں کہ ہماری بھی حق تلفی ہوئی ہے۔ دوسروں کو ایذا اس لئے دیتے ہیں کہ ہمیں بھی ایذا دی گئی ہے۔ دوسروں کو اس لئے مارتے پیٹتے ہیں کہ ہمیں بھی مارا پیٹا گیا ہے' ہم دوسروں کا حق اس لئے تسلیم نہیں کرتے کہ ہمارا حق بھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ یہ غلامانہ ذہنیت کے اثرات ہیں۔ آپ میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ جس کا جو حق ہے' وہ پورا کیا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی کے ساتھ انصاف کرنے کے سلسلے میں تاخیر نہ ہو۔ فائل کے ساتھ سائل کے چلنے کی خرابی ختم ہونی چاہئے۔ دنیا کے کسی آزاد ملک اور معاشرے میں یہ خرابیاں نہیں۔ یہ سب غلامی کی لعنتیں ہیں۔ ان کو ختم ہونا چاہئے۔ میری آپ سے گذارش ہے کہ فائلوں کا نظام درست کریں۔ بدانتظامی کا یہ حال ہے کہ وزیراعظم کے پاس فائلیں آتی ہیں تو اتنی تکلیف تک گوارہ نہیں کی جاتی کہ صفحات پر نمبر لگا دیں۔ پیراگراف کا نمبر ہی لگا دیں یا اس سے انتظامیہ کے لوگوں کی اہلیت اور صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا کام کتنے سلیقے اور محنت سے انجام دیتے ہیں۔ یہ نظام ۱۹۷۰ء میں درست ہو گیا تھا۔ غالباً" اس وقت انتظامیہ کا حجم چھوٹا تھا۔ اب حجم بھی بڑھ گیا ہے اور کام بھی پھیل گیا ہے۔ آپ سب لوگ سیکرٹریٹ کے ملازم ہیں۔ اگر آپ میری بات سمجھ سکتے ہیں اور سمجھنا چاہتے ہیں تو آپ اپنا کام سلیقے سے کریں۔ کوئی فائل التواء میں نہ رہے۔ اگر آپ کو کام چھ گھنٹے کرنا ہے تو دس گھنٹے کریں۔ اپنے دفتر کا کام ختم کرکے اٹھیں۔ اسی کام کے لئے آپ کو مراعات اور تنخواہ ملتی ہے۔ آپ کوئی غیر ملکی ملازم نہیں ہیں۔ آپ اپنے ملک کا کام کررہے ہیں۔ اپنے بھائیوں کا کام کررہے ہیں۔ اپنے بیوی بچوں کی خوشحالی کے لئے کام کررہے ہیں اور ان لوگوں کے عزیز و اقارب کا کام کررہے ہیں جنھوں نے اس ملک کو آزاد کرانے کے لئے خون دیا ہے' جنگ آزادی لڑی' دکھ اٹھائے اور مصیبتیں برداشت کیں۔ ان لوگوں کی قربانیوں

کے صلے میں آپ کو یہ عہدے' یہ مناصب' یہ مراعات اور شان و شوکت نصیب ہوئی ہے۔ لہٰذا کام موخر نہیں ہونے چاہئیں۔اگرچہ عام لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے مگر آپ کو ایک دن خدا کے سامنےتو جواب دہ ہونا ہے۔

عزیزانِ محترم!

آپ اپنا پورا وقت اور اپنی صلاحیتیں دفتری کام کے لئے وقف کریں۔ لوگوں کو شکایت ہے کہ سرکاری اہلکاران دفتروں میں نہیں بیٹھتے۔ وہ خوش اسلوبی سے فرائض انجام دینے میں تساہل برتتے ہیں۔ میں خود روزانہ سولہ گھنٹے کام کرتا ہوں۔ بعض اوقات ضرورت ہوتو ۱۸ گھنٹے بھی کام کرتا ہوں۔ ہمیں اس ملک نے بہت کچھ دیا لیکن ہم اسے کچھ بھی دینے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ ہم اپنے ملک میں غیروں کی طرح رہ رہے ہیں۔ اگر ہم اسے اپنا ملک اور اپنا گھر سمجھیں تو ہمیں محنت کرنا چاہیئے۔ وہ شخص بڑا ہی بد دیانت ہے جو اپنے گھر کے لئے محنت نہ کرے۔ یہ آپ کا گھر ہے مسافر خانہ نہیں۔ آپ کی آئندہ نسلوں نے اس ملک میں رہنا ہے۔ اپنے بزرگوں کی قربانیوں سے آپ مستفید ہو رہے ہیں۔ آپ کی قربانیوں' فرض شناسیوں سے آنے والی نسلوں کو فائدہ پہنچنا چاہیئے۔ خاص طور پر وہ محکمے جن کا تعلق مالیاتی معاملات سے ہے۔ ان میں پیسوں کی خاطر لوگوں کی فائلوں کو روک کر رکھا جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ معاملہ حد سے تجاوز کرجائے اور مجھے سخت اقدام اٹھانا پڑے۔ آپ لوگ ریکارڈ رکھیں۔ فائلوں پر انڈکس لگائیں۔ پتہ چلنا چاہیئے کہ فائلوں پر کیا کارروائی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی سننے میں آتی ہے کہ دفتروں میں سیاست پر بحث ہوتی ہے۔ ان سب باتوں سے آپ کا امیج خراب ہوتا ہے۔ مجھے ذاتی طور پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ عزت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ البتہ اس سے آپ کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کا لوگوں سے سلوک عمدہ ہواگر کوئی سائل غلطی سے آپ کے پاس آجائے تو اسے یہ نہ کہیں کہ یہ میرا کام نہیں بلکہ اس کی راہنمائی کریں اور اس آدمی کی نشاندہی کریں کہ یہ کام فلاں کا ہے یوں اس کی مدد کریں۔ آپ سیکرٹریٹ کے ملازم ہیں اس لئے آپ کا لوگوں کے ساتھ بہت عمدہ سلوک ہونا چاہیئے۔ تاکہ لوگ بھی آپ کے

ساتھ خوش ہوں اور وہ آپ کی عزت کریں۔ میں آپ کو صاف بتا دوں کہ اس وقت ہماری انتظامیہ اور ملازمین کی لوگوں کے دلوں میں کوئی عزت نہیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ ایک خطے کے رہنے والے ہیں۔ ہمارا مرنا اور جینا مشترک ہے۔ ہر ایک سے قانون کے مطابق سلوک کریں تاکہ لوگ بھی قانون کا احترام کریں۔ یہ بات قابل افسوس ہے کہ ہم قانون بناتے ہیں اور پھر اس کا احترام نہیں کرتے۔ جب حکمران اور قانون ساز ادارے قانون کی پاسداری نہیں کرتے تو انتظامیہ کے لوگ بھی قانون کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ ہمارے ہاں قانون توڑنے اور اس کی خلاف ورزی کرنے کی عادت پختہ ہوگئی ہے۔ اس عادت اور مزاج کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہئے۔ جو قوانین بن گئے ہیں ان پر عمل ہونا چاہئے۔ اگر قانون کے اندر کوئی خلاء یا سقم ہے تو ہم اس کی اصلاح کریں گے لیکن جو قوانین بن چکے ہیں ان پر سو فیصد دیانتداری اور اخلاص سے عمل ہونا چاہئے۔

آپ اپنے علم میں اضافہ کریں۔ آپ میں سے جو شخص' جس شعبے سے متعلق ہے' اسے اس شعبے کے متعلق پورا پورا علم ہونا چاہئے۔ علم ایسی چیز ہے کہ اگر اس کو بڑھانا چھوڑ دیں تو یہ کم ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ آپ دیانتداری کے ساتھ' اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر خود سے پوچھیں کہ آپ میں سے کتنے لوگ ہیں جو باقاعدگی سے مطالعہ کرتے ہیں مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا کام اس ملک اور قوم میں ختم ہی ہو گیا ہے۔ اپنے پیشہ کے بارے میں پڑھیں۔ مطالعہ کے ذریعہ آپ اپنے علم میں اضافہ کرسکتے ہیں۔ علم کے ساتھ ساتھ محنت بھی ہونی چاہئے تاکہ مہارت پیدا ہو۔ مہارت تب ہی پیدا ہوتی ہے جب آدمی علم حاصل کرنے کے بعد محنت کرتا ہے۔ اگر کوئی محنت نہیں کرے گا تو اس میں مہارت پیدا نہیں ہوگی۔ اس لئے اپنے اندر لگن اور جذبہ پیدا کریں۔ آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ ہمارے وہ لوگ

جو یہاں سے پاکستان کی ملازمتوں میں چلے جاتے ہیں' ان کی صلاحیتیں نکھر جاتی ہیں پھر جب وہ باہر کے ممالک میں چلے جاتے ہیں تو اس سے زیادہ بہتر ہوجاتے ہیں۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ وہاں محنت بھی کرنا پڑتی ہے اور پڑھنا بھی پڑتا ہے اور ہمارے ہاں ان دونوں چیزوں کے بغیر تنخواہ بھی ملتی ہے اور پنشن بھی۔ مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے سرکاری ملازمین میں حق تلفی اور مفادات کی اندھا دھند دوڑ لگی ہوئی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مفادات کا تحفظ نہ کریں لیکن محنت بہت ضروری ہے تاکہ فرض منصبی خوش اسلوبی سے انجام دینے کے اہلیت پیدا ہو۔ اس سے آپ لوگوں کی عزت و آبرو ہوگی۔ اور اپنے کام میں مہارت پیدا ہوگی۔

میرے عزیز ساتھیو!

ہمارا معیار تعلیم اس قدر گرچکا ہے کہ ہمارے ہاں انگریزی تو اکا دکا لوگوں کے علاوہ کسی کو آتی ہی نہیں۔ فائلوں پر اردو کی نوٹنگ "Notnig" دیکھتا ہوں تو اردو کا کوئی جملہ صحیح لکھا ہوا نہیں ملتا۔ یہ بات انتہائی قابل افسوس ہے۔ آخر لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟۔ ان کی شکلیں' عقل اور حسب و نسب سب کچھ ٹھیک ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں نے پڑھنا اور اپنے علم میں اضافہ کرنا چھوڑ دیا ہے۔ یہ نہ پڑھنے کی شکایت مرحوم بھٹو بھی کیا کرتے تھے۔ میرا تجربہ بھی یہی ہے کہ لوگ مطالعہ نہیں کرتے اور پڑھتے نہیں۔ جس نے انجینئرنگ' میڈیسن اور قانون کا علم حاصل کیا ہے' وہ بھول گیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ جس نے دین کا علم پڑھا ہے' وہ بھی بھول گیا ہے۔ آخر اس قوم کو کیا ہوگیاہے؟۔ اور ہم کس طرف بڑھ رہے ہیں؟۔ اس لئے میں آپ سے یہ کہناچاہتا ہوں کہ آپ علم حاصل کریں۔ اپنے کام میں محنت کریں اور مہارت حاصل کریں۔ آپ دیکھ رہے ہیں تحریک آزادی کشمیر چل رہی ہے بلکہ اس میں روز بروز شدت آرہی ہے اور اس کے تقاضے بڑھ رہے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ آزاد کشمیر کا ہر

فرد' مرد عورت' جواں' بچہ' بوڑھا' ملازم' غیر ملازم سب اس تحریک کے سپاہی ہوتے اور آنے والے وقت کے لئے سب تیار ہوتے۔ مگر شاید بدقسمتی سے ہم ذہنی طور پر آزاد کشمیر پر ہی اکتفا کر چکے ہیں جس سے ہمارے کردار پر منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ یعنی ہم نے آزاد کشمیر کو منتہائے نظر سمجھ کر اسی پر قناعت کرلی ہے۔ آپ نے آج بھی تحریک حریت کا جلسہ و جلوس دیکھا ہے۔ اگر آپ سب لوگ اس میں تھے تو آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا اور آپ نے وہاں پہلی بار میری زبان سے وہ باتیں سنی ہیں جو پہلے کبھی نہیں سنی ہوں گی۔ وہ سب باتیں میں نے محض علم و ادب کا مظاہرہ کرنے کے لئے نہیں کیں۔ میں نے جو کچھ بھی کہا ہے مجھے اس پر یقین ہے اور میں اس پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے آپ نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ حالات کا تقاضا کیا ہے اور یہ تقاضا آپ کو پورا کرنا ہے۔ آپ ہی کی ذمہ داری ہے کہ یہ کام آگے بڑھے۔ آزاد کشمیر ایک چھوٹا سا خطہ ہے۔ یہاں کے حالات اور کارکردگی کے اثرات اس بڑے خطے پر پڑتے ہیں جس کے حصول کے لئے جہاد شروع ہے اور کشمیری عوام آگ و خون کے دریا کے عبور کر رہے ہیں۔ آپ ہی وہ لوگ ہیں جو اپنے علم' محنت' تجربے اور مہارت کی بنیاد پر اس کام کو آگے بڑھا سکتے ہیں آپ اس بات سے بے خبر نہیں ہیں کہ ہم دشمن کی توپوں کی زد میں ہیں۔ ۲۵ ہزار آدمی اٹھمقام میں دشمن کی توپوں کی فائرنگ سے بے گھر ہوئے۔ آپ کو علم ہونا چاہئے کہ سارا آزاد کشمیر دشمن کی لانگ رینج توپوں کی زد میں ہے۔ آدھے سے زیادہ تو محض میڈیم رینج توپوں کی زد میں ہے۔ اگر دشمن گن فائر شروع کر دے اور باقاعدہ حملہ نہ بھی کرے تو پھر بھی وہ ہم ۲۵ لاکھ لوگوں کو پریشان کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم سول ڈیفنس کو مضبوط کریں۔ ہم نے ابتدائی تیاری شروع کردی ہے۔ اسکولوں کے دو تین سو فزیکل انسٹرکٹرز کو سول ڈیفنس کی ٹریننگ کے لئے نامزد کیا جاچکا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ افواہ پھیلائی ہے کہ سردار محمد عبدالقیوم انہیں جنگ کے لئے تیار

کررہا ہے۔ یہ سنتے ہی ان کی جان نکل گئی وہ چھٹی لینے کا سوچنے لگے۔ میں سمجھتا ہوں کہ باعزت اور غیرت مند قومیں آزادی اور آزادی کے تحفظ کے لئے جان و مال سب کچھ قربان کردیتی ہیں آزاد کشمیر میں کسی قسم کی بزدلی کا مظاہرہ نہیں ہونا چاہئے۔ میں آپ کو بتا دوں کہ اگر کوئی مشکل وقت آیا تو آزاد کشمیر سے کسی کو بھاگنے نہیں دیا جائے گا۔

ایک اور بڑا چیلنج جس کا ہمیں مقابلہ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارت اپنی پوری قوت سے تحریک آزادی کو کچلنے کے لئے انسانیت سوز مظالم' بربریت اور وحشت کا مظاہرہ کررہا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا ہے۔ ہم نے تماشائی بن کے نہیں بیٹھنا۔ پوری قوت' استعداد اور صلاحیت کے ساتھ بھارتی مظالم کا مقابلہ کرنا ہے۔ تنہا میں نے نہیں بلکہ آپ سب کے ساتھ ہم نے ان مظالم کا بدلہ لینا ہے۔ اگر ہم میں غیرت اور ہمت ہو تو ہر شخص نے خدا سے عہد کرنا ہے کہ ہم نے اپنے بھائیوں کے خون کے ایک ایک قطرہ کا بدلہ لینا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ پر پورا پورا ایمان ہو' ہم پورے منظم ہوں۔ ہم صرف تنظیم اور نظم و ضبط کے ساتھ ہی بدلہ لے سکتے ہیں۔ یہ باتیں میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آپ جان سکیں کہ ہم کتنے نازک دور میں داخل ہوچکے ہیں اور حالات کے تقاضے کیا ہیں؟ موجودہ حالات ہم سے شدید قسم کے نظم و ضبط اور اتحاد حوصلے اور ہمت کا تقاضا کرتے ہیں۔ آزاد کشمیر میں سب سے بڑا چیلنج اسلامی نظام کا نفاذ ہے۔ کہتے تو سب لوگ ہیں کہ اسلامی نظام نافذ ہونا چاہئے مگر دیکھنا یہ ہے کہ کتنے لوگ ہیں جو اس کے لئے سوچتے ہیں کہ اسلامی نظام ہے کیا اور کس طرح ہم اس پر عمل کرسکتے ہیں؟ ہماری اپنی زندگیاں کتنی اسلام کے مطابق ہیں؟ کتنے لوگ ہیں جو سچ بولتے ہیں؟ کتنے ہیں جو پانچ وقت باقاعدگی سے نماز پڑھتے ہیں؟ کتنے لوگ ہیں جو قرآن پاک کی

تلاوت کرتے ہیں؟ کتنے ہیں جو اس کے مفہوم کو سمجھتے ہیں؟۔ ہم نے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں اسوۂ رسول ﷺ کے احیاء کے لئے کیا کچھ کوشش کی ہیں؟۔ہم سب کا یہ حال ہے کہ نہ ہم نماز پڑھتے ہیں' نہ روزہ رکھتے ہیں' نہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس وقت ہم جہاد میں ہیں۔ سنگین خطرے میں گھرے ہوئے ہیں۔ تحریک آزادی کشمیر کا بنیادی نقطہ اسلامی نظام ہے۔ اس کے لئے ہم سب نے اپنے آپ کو یوں بدلنا ہے کہ اسلام ہماری نجی زندگیوں میں رچ بس جائے۔ ہم اسلام کے شیدائی بن جائیں۔ ہمارا جینا مرنا اسلامی اقدار کے احیاء کے لئے ہو۔ یہ خطہ ہم نے اس لئے حاصل کیا تھا کہ یہاں قرآن و سنت کی حکومت ہوگی۔ کشمیر کی آزادی کے بعد بھی اگر یہاں ہم اسلامی نظام کے نفاذ میں ناکام ہوگئے تو اس آزادی سے مسلمانوں کوکوئی فائدہ نہیں ہوگا۔اگر ہماری تحریک آزادی کامیاب ہوگئی اور تحریک کے بعد جو کچھ ہونا چاہئے وہی ہم حاصل نہ کرسکے تو یہ سمجھئے کہ ہماری تحریک ناکام ہوگئی اور ہم ناکام ہوگئے۔ ایسی صورت میں تحریک کی کامیابی کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ بات میں نے پہلے بھی کئی لوگوں سے کہی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہوکہ تحریک تو کامیاب ہوجائے مگر ہم ناکام ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو یہ ہماری تاریخ کا سب سے بڑا المیہ ہوگا۔ آج کل یہ سوال بڑی شدت سے سامنے آرہا ہے کہ کشمیر خود مختار ہونا چاہئے یا نہیں؟ اس سوال پر علمی اور عقلی طور پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اولا" اگر اقوام متحدہ کی قرار دادوں کے مطابق ہندوستان کشمیر میں استصواب رائے کے لئے تیار ہوجائے اور اس میں دو سے زیادہ آپشن ہوں اور ہم باہمی تقسیم ہوجائیں تو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟۔ اس وقت کشمیر میں ۶۵ فیصد مسلمان ہیں اور ۳۵ فیصد ہندو ہیں۔ تیسرے آپشن کو درمیان میں لانے کی وجہ سے ظاہر بات ہے کہ مسلمان باہمی تقسیم ہوجائیں گے جبکہ ان کے علی الرغم ہندو تقسیم نہیں ہوں گے۔ ایسی صورت میں استصواب رائے کا جو نتیجہ برآمد ہوگا' اس کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ لارڈ ایرک ایوبری اور کچھ دوسرے لوگ خود

مختار کشمیر کے حق میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب ہم الحاق کی بات کرتے ہیں تو دنیا کی کچھ قومیں اور ممالک پاکستان کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور کچھ ہندوستان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اس کی بجائے اگر خود مختاری کی بات کی جائے تو سب ممالک کشمیریوں کی حمایت کریں گے۔ ان کے یہ دلائل بظاہر بڑے معقول اور وزنی محسوس ہوتے ہیں۔ میں نے لارڈ ایرک ایوربری سے کہا کہ اس وقت کچھ ممالک ہندوستان کے حق میں ہیں اور کچھ پاکستان کے حق میں ہیں۔ اس وقت اگر کشمیری خود مختاری کی بات کریں تو یہ کیسے تصور کرلیا جائے کہ جو ممالک پاکستان کے ساتھ ہیں وہ کشمیر کی خود مختاری کے حق بھی ہوں گے۔ اس کے برعکس میرے خیال میں جب ہندوستان یہ بات کرے گا کہ کشمیر کے خود مختار بننے سے ہندوستان ٹوٹ جائے گا تو جو قومیں کشمیر کے مسئلہ پر بھارت کے خلاف ہیں وہ بھی بھارت کے حق میں ہو جائیں گی کہ ہندوستان کو ٹوٹنے سے بچایا جائے امریکہ اور برطانیہ پہلے ہی بڑے منظم طریقہ سے یہ پراپیگنڈہ کررہے ہیں کہ بھارت کو شکست و ریخت سے بچایا جائے اور اس طرح دنیا میں اکثریتی ممالک کی حمایت بھارت کو حاصل ہوجائے گی۔ حالانکہ ہم بھی بھارت کو توڑنا نہیں چاہتے۔ میں اپنی تقریروں میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ ہمارا مقصد بھارت کو توڑنا نہیں۔ ہمارا مقصد بھارت سے آزادی حاصل کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آزادی کے مستقبل کے بارے میں اپنی سوچ اور فکر کو درست رکھنا ہے۔ آپ سیکرٹریٹ کا سٹاف ہیں۔ آپ کی ایک مرکزی حیثیت ہے۔ یہاں سے اچھائی اور برائی پھیلنے کے برابر موقع موجود ہیں۔ آپ نماز پڑھیں گے تو سب پر آپ کا اثر پڑے گا۔ آپ سیکرٹریٹ کو رشوت سے بچائیں گے تو دفتروں میں' علاقہ میں' ہر جگہ آپ کی عزت ہوگی۔ اس سلسلہ میں آپ سے تعاون چاہتا ہوں۔ تعاون کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص معیار مقرر فرمایا ہے۔

تلاوت کرتے ہیں؟ کتنے ہیں جو اس کے مفہوم کو سمجھتے ہیں؟۔ ہم نے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں اسوۂ رسول ﷺ کے احیاء کے لئے کیا کچھ کوشش کی ہیں؟۔ہم سب کا یہ حال ہے کہ نہ ہم نماز پڑھتے ہیں' نہ روزہ رکھتے ہیں' نہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس وقت ہم جہاد میں ہیں۔ سنگین خطرے میں گھرے ہوئے ہیں۔ تحریک آزادی کشمیر کا بنیادی نقطہ اسلامی نظام ہے۔ اس کے لئے ہم سب نے اپنے آپ کو یوں بدلنا ہے کہ اسلام ہماری نجی زندگیوں میں رچ بس جائے۔ ہم اسلام کے شیدائی بن جائیں۔ ہمارا جینا مرنا اسلامی اقدار کے احیاء کے لئے ہو۔ یہ خطہ ہم نے اس لئے حاصل کیا تھا کہ یہاں قرآن و سنت کی حکومت ہوگی۔ کشمیر کی آزادی کے بعد بھی اگر یہاں ہم اسلامی نظام کے نفاذ میں ناکام ہوگئے تو اس آزادی سے مسلمانوں کوکوئی فائدہ نہیں ہوگا۔اگر ہماری تحریک آزادی کامیاب ہوگئی اور تحریک کے بعد جو کچھ ہونا چاہئے وہی ہم حاصل نہ کرسکے تو یہ سمجھئے کہ ہماری تحریک ناکام ہوگئی اور ہم ناکام ہوگئے۔ ایسی صورت میں تحریک کی کامیابی کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ بات میں نے پہلے بھی کئی لوگوں سے کہی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہوکہ تحریک تو کامیاب ہوجائے مگر ہم ناکام ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو یہ ہماری تاریخ کا سب سے بڑا المیہ ہوگا۔ آج کل یہ سوال بڑی شدت سے سامنے آرہا ہے کہ کشمیرخود مختار ہونا چاہئے یا نہیں؟ اس سوال پر علمی اور عقلی طور پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اولاً" اگر اقوام متحدہ کی قرار دادوں کے مطابق ہندوستان کشمیر میں استصواب رائے کے لئے تیار ہوجائے اور اس میں دو سے زیادہ آپشن ہوں اور ہم باہمی تقسیم ہوجائیں تو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟۔ اس وقت کشمیر میں ۶۵ فیصد مسلمان ہیں اور ۳۵ فیصد ہندو ہیں۔ تیسرے آپشن کو درمیان میں لانے کی وجہ سے ظاہر بات ہے کہ مسلمان باہمی تقسیم ہوجائیں گے جبکہ ان کے علی الرغم ہندو تقسیم نہیں ہوں گے۔ ایسی صورت میں استصواب رائے کا جو نتیجہ برآمد ہوگا' اس کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ لارڈ ایرک ایوبری اور کچھ دوسرے لوگ خود

مختار کشمیر کے حق میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب ہم الحاق کی بات کرتے ہیں تو دنیا کی کچھ قومیں اور ممالک پاکستان کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور کچھ ہندوستان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اس کی بجائے اگر خود مختاری کی بات کی جائے تو سب ممالک کشمیریوں کی حمایت کریں گے۔ ان کے یہ دلائل بظاہر بڑے معقول اور وزنی محسوس ہوتے ہیں۔ میں نے لارڈ ایرک ایوربری سے کہا کہ اس وقت کچھ ممالک ہندوستان کے حق میں ہیں اور کچھ پاکستان کے حق میں ہیں۔ اس وقت اگر کشمیری خود مختاری کی بات کریں تو یہ کیسے تصور کرلیا جائے کہ جو ممالک پاکستان کے ساتھ ہیں وہ کشمیر کی خود مختاری کے حق بھی ہوں گے۔ اس کے برعکس میرے خیال میں جب ہندوستان یہ بات کرے گا کہ کشمیر کے خود مختار بننے سے ہندوستان ٹوٹ جائے گا تو جو قومیں کشمیر کے مسئلہ پر بھارت کے خلاف ہیں وہ بھی بھارت کے حق میں ہو جائیں گی کہ ہندوستان کو ٹوٹنے سے بچایا جئے امریکہ اور برطانیہ پہلے ہی بڑے منظم طریقہ سے یہ پراپیگنڈہ کررہے ہیں کہ بھارت کو شکست و ریخت سے بچایا جائے اور اس طرح دنیا میں اکثریتی ممالک کی حمایت بھارت کو حاصل ہوجائے گی۔ حالانکہ ہم بھی بھارت کو توڑنا نہیں چاہتے۔ میں اپنی تقریروں میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ ہمارا مقصد بھارت کو توڑنا نہیں۔ ہمارا مقصد بھارت سے آزادی حاصل کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آزادی کے مستقبل کے بارے میں اپنی سوچ اور فکر کو درست رکھنا ہے۔ آپ سیکرٹریٹ کا سٹاف ہیں۔ آپ کی ایک مرکزی حیثیت ہے۔ یہاں سے اچھائی اور برائی پھیلنے کے برابر موقع موجود ہیں۔ آپ نماز پڑھیں گے تو سب پر آپ کا اثر پڑے گا۔ آپ سیکرٹریٹ کو رشوت سے بچائیں گے تو دفتروں میں، علاقہ میں، ہر جگہ آپ کی عزت ہوگی۔ اس سلسلہ میں آپ سے تعاون چاہتا ہوں۔ تعاون کے لئے اللہ تعالی نے ایک مخصوص معیار مقرر فرمایا ہے۔

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (القرآن)۔

(ترجمہ) ''اگر میں گناہ اور سرکشی کی طرف بلا رہا ہوں تو مجھ سے مت تعاون کریں۔ اگر میں نیکی اور تقوی کی طرف بلا رہا ہوں تو مجھ سے تعاون کرنا آپ کا فرض ہے''۔

ایک دفعہ جنرل ضیاء الحق نے مختلف محکموں کے سیکرٹریوں کو بلایا اور ان سے تعاون کرنے کو کہا انہوں نے کئی تلخ باتیں بھی کہیں۔ ایک سیکرٹری صاحب نے جنرل صاحب سے کہا کہ تعاون تین طریقوں سے ہوسکتا ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ کے پاس عوامی مینڈیٹ ہوتو ہم سول سرونٹ مجبور ہوں گے کہ حکومت کا حکم مانیں۔ جناب والا' وہ آپ کے پاس نہیں۔ دوسرا طریقہ یہ کہ قانون اور ضابطے کی پابندی کی جائے۔ آپ مارشل لاء والے کسی قانون اور ضابطے کے پابند نہیں لہٰذا ہم کس بات میں آپ سے تعاون کریں۔ تیسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ فکری' ذہنی اور علمی طور پر آپ لوگ ہم سے اعلیٰ تر صلاحیتوں کے مالک ہوں۔ ایسا بھی نہیں تو بتایئے کہ ہم کیسے آپ سے تعاون کریں؟۔

میرے عزیزو!

ہمیں مینڈیٹ بھی حاصل ہے۔ ہم قاعدے' قانون کی پابندی بھی کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے دانشوری کا دعوی نہیں لیکن میرا علم اور تجربہ آپ سے زیادہ ہے اس طرح تعاون کے جو بھی ممکنہ فکری اور علمی راستے ہیں وہ سارے موجود ہیں۔ میں آپ سے بھائیوں اور عزیزوں جیسا معاملہ رکھنا چاہتا ہوں۔ گویا یہ ہمارا گھر ہے۔ گھر کا بڑا آدمی گھر میں ڈسپلن رکھنے کا پابند ہوتا ہے۔ اگر اس کی ہدایات کے مطابق گھر چلے تو وہ گھر آباد ہوگا۔

اگر سارے افراد خانہ اپنی اپنی مرضی کے مطابق چلنا شروع ہوجائیں تو گھر ویران ہوجائے گا۔ اس لئے ہم آہنگی اور یک جہتی ضروری ہے۔ ہم آپس میں بھائی ہیں۔ ہمارا مفاد مشترک ہے' عزت مشترک ہے' میری کوئی ذاتی پسند اور ناپسند نہیں۔ دلوں کا حال اللہ سب سے زیادہ جانتا ہے۔ ہم سب کو مل کر نظام حکومت کی خرابیاں دور کرنا چاہیں بہرحال میری ذمہ داری آپ سے نسبتاً" زیادہ ہے۔ مجھے بھی خدا کے سامنے جوابدہ ہونا ہے۔ لہٰذا میں بار بار آپ کو کہتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی اصلاح کرے تاکہ ہم اسلام کے احیاء کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرہ قائم کرکے اللہ اور رسول ﷺ کے سامنے سرخرو ہوسکیں۔ جب تک میں وزیراعظم ہوں یہ میری ذمہ داری ہے کہ نظام حکومت درست ہو اور میں چاہتا ہوں کہ اس ذمہ داری کو نبھانے میں آپ میرا ساتھ دیں۔ مجھے کسی شکایت کا موقع نہ دیں اور میں آگے سے پیچھے نہیں آسکتا' آپ کو آگے آنا پڑے گا۔ میں یہ بھی بتا دوں کہ میرے ساتھ کوئی افسریا ملازم چالاکی کرنے کی کوشش نہ کرے ویسے میں چالاکی کرنے بھی نہیں دیتا کیونکہ ایک طویل عرصہ تک میرا ان معاملات کے ساتھ واسطہ رہا ہے۔ میں حالات کے نشیب و فراز اور معاملات کے اتار چڑھاؤ سے پوری واقفیت رکھتا ہوں۔ آج میں آپ کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ آپ کو سرکاری فرائض محنت' لگن' خلوص اور دیانت و امانت سے انجام دینا ہیں۔ لوگوں کے کام فوراً" اور جلد ہونے چاہیں۔ کسی سے بے انصافی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ آپ کا اپنا ملک ہے یہاں سارے لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ہر ایک کو اس کا حق ملنا چاہئے اور جلد ملنا چاہئے۔ یہ حق قانون کے تقاضوں کے مطابق ملنا چاہئے۔ اس میں بے جا تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔ میں فرض شناسی' خوش خلقی' اور بہتر کارکردگی کی طرف ایک مرتبہ پھر آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں۔ میں سنتا ہوں کہ بعض ملازمین کی اپیلیں سال ہاسال سے معرض التواء میں پڑی ہوئی ہیں۔ ان کا ملاحظہ نہیں کیا جاتا اس کا فی الفور ازالہ ضروری ہے۔ یہ میں آپ سے خاص طور پر کہتا

ہوں ہماری خواہش ہے کہ کسی سے بے انصافی نہ ہو۔ اس لئے آپ بھی کسی سے بے انصافی نہ کریں بلکہ جس کا حق ہے اس کو دیں۔

وآخر و دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

وزیر اعظم آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر
مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کا
۱۷ فروری کو نیو سیکرٹریٹ کے احاطہ میں
سرکاری افسران سے خطاب

بسم اللہ الرحمان الرحیم

وزراء کرام' معززین' ارکان حکومت'

کافی دیر سے میری یہ خواہش تھی کہ میں مختلف سطح پر' مرکز اور پھر اضلاع میں سرکاری ملازمین کی تنظیموں سے اور اجتماعی طور پر سرکاری ملازمین سے گفتگو کروں تاکہ گزشتہ کئی برسوں سے جو کچھ ہوتا رہا ہے اس کا کچھ جائزہ لیا جاسکے اور مستقبل کے لئے ایک موافقت اور سازگاری کی فضا پیدا کی جاسکے۔ اس کے دو طریقے معروف ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ حکم دے کر اتھارٹی کے اور قانون کے استعمال سے ساز گار فضا پیدا کی جائے دوسرا یہ ہے کہ مشکلات کو سمجھ کر افہام و تفہیم کے ذریعہ ایک اچھی فضا پیدا

کی جائے۔ ماضی میں مختلف حکومتوں نے مختلف اوقات میں پہلے طریقہ پر عمل کیا۔ دوسرے طریقے پر عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی۔یہ خلا میں عرصہ دراز سے محسوس کررہا تھا کہ حکومت کے اور حکومت کے اہلکاروں کے درمیان ذہنی ہم آہنگی ہونی چاہئے۔ میں جو تعاون بحیثیت وزیراعظم چاہتا ہوں اس تعاون کا ایک طریقہ تو وہی ہے جو پہلا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ بات سمجھ کر مفاہمت اور موافقت کے ساتھ اس پر عمل کیا جائے اور یہ دونوں طریقے عین فطری ہیں۔ اسی لئے خدا تعالٰی نے رسالت ﷺ کے بارے میں دو حکم دیئے۔ ایک یہ فرمایا کہ اطاعت کرو اور ایک فرمایا کہ اتباع کرو۔ یہ دو علیحدہ علیحدہ باتیں بھی ہیں اور اکٹھی بھی ہیں' اطاعت حکم کے ماننے سے ہے۔ نہ ماننے پر سزا دی جاسکتی ہے اور اتباع حکم کو سمجھ کر' دل و دماغ سے قبول کرکے اس پر چلنے کا نام ہے۔ میری خواہش یہ ہے کہ آزاد کشمیر ایک نظریاتی خطہ بنے۔ یہاں پر تحریک آزادی جاری ہے۔ اس تحریک کے بڑے اعلیٰ اور ارفع مقاصد ہیں۔ اس کے بارے میں ہمیں آپس میں کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔ ہم میں پوری یکسانیت اور مکمل یکجہتی ہونی چاہئے۔ بڑی دیر سے خواہش تھی کہ اس بارے میں آپ سے گفتگو کروں لیکن روز بروز بڑھتی ہوئی نئی مصروفیات کے باعث جو معمولات کے دائرہ کار سے باہر ہیں بلکہ زیادہ باہر ہیں' ایسا موقع نہیں آیا اور پھر میرا احساس ہے کہ جب کوئی قوم' شخص یا گروہ کام نہ کرنے کا عادی ہوجائے یا وہ کام کو ٹالنے کا عادی ہوجائے تو تساہل اس کا معمول بن جاتا ہے۔ آپ سب نے دیکھا ہوگا خود میں نے اپنے آپ پر کئی دفعہ آزمایا ہے کہ وضو بھی ہے اور نماز پڑھنے کا ارادہ بھی ہے لیکن کسی مجلس میں کسی وجہ سے ایک نماز قضا ہوگئی تو خیال ہوا کہ تھوڑی دیر بعد پڑھ لیں گے۔ پھر دوسری نماز قضا ہوجاتی ہے اور پھر آدمی سوچتا ہے کہ قضا اکٹھی پڑھ لیں گے ' اس طرح ساری نمازیں قضا ہونا شروع ہوجاتی ہیں حالانکہ آدمی ذہنی طور پر تیار ہوتا ہے کہ نماز پڑھنا ہے کیونکہ نماز ضروری ہے۔ معلوم ہوا کہ اچھا کام کرنا آدمی چھوڑ دے تو پھر غفلت عادت بن جاتی ہے۔ میرا احساس ہے کہ حکومت کے کاموں میں لوگوں نے آہستہ آہستہ

اچھا کام کرنا چھوڑ دیا اور یہ عادت بن گئی بلکہ اس کی جگہ برے کاموں نے لینا شروع کردی۔ یہ بھی فطری عمل ہے کہ اگر آپ اچھا کام کرنا چھوڑیں گے تو برا کام کرنا شروع کردیں گے کیونکہ فطرت چپ نہیں رہ سکتی' فطرت خاموش نہیں رہ سکتی۔ وہ کوئی نہ کوئی کام ضرور کرتی رہتی ہے تو ہمارے ہاں بھی اس قسم کا عمل شروع ہوگیا ہے۔ اتفاق سے گیارہ فروری کے واقعات کی وجہ سے آپ سے ملاقات کا پروگرام بنایا۔ کیونکہ مظفر آباد میں تمام سرکاری اہلکاروں کو ایک وقت اور ایک جگہ پر اکٹھے کرنا مشکل ہے اس لئے ایک حد بندی کردی کہ پہلے مرحلے پر آپ سے گفتگو کریں گے جو نسبتاً" زیادہ ذمہ دار لوگ ہیں۔ میرا خیال یہ ہے اور فطرت کا عمل بھی یہی ہے کہ اچھائی یا خرابی' اوپر سے شروع ہوتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں حدیث ہے' بعض کہتے ہیں مقولہ ہے "الناس علی دین ملوکھم" کہ لوگوں کا مذہب حکمرانوں پر ہوتا ہے۔ اس سے مراد صرف عوام نہیں خواص ہی ہوسکتے ہیں کہ جو بڑے درجے پر ہیں' اس کے نیچے درجے والے اس کے مطابق کرتے ہیں اور پھر درجہ بدرجہ نیچے سلسلہ چلا جاتا ہے۔ اس لئے خیال آیا کہ سب سے پہلے حکومت اور مرکزی سیکرٹریٹ کے سینئر لوگوں سے گفتگو کی جائے۔ اس تجربہ نے جو گیارہ فروری کو ہوا اور بھی زیادہ ضروری کردیا کہ آپ کے ساتھ بات چیت کی جائے اور اس کا جائزہ لیا جائے کہ یہ واقعہ کیا تھا کیا ہونا چاہیئے تھا اور آئندہ کیا ہوسکتا ہے؟ اس میں کوتاہیاں اور غلطیاں کیا ہوئی ہیں؟۔ ان سب چیزوں کا احاطہ اور تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ ایک مختصر نشست میں ان ساری چیزوں کا احاطہ کرنا مشکل ہے لیکن آپ لوگ پڑھے لکھے لوگ ہیں اور مرکزی مقام پر رہنے کے باعث آپ کا سیاسی شعور بالغ ہے اس لئے کوئی زیادہ مشکل نہیں ہونی چاہیئے۔ گیارہ فروری کے واقعہ کا تعلق اصولاً" تحریک آزادی کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ ہمارا خیال اور کوشش یہی تھی کہ اس واقعہ کو ہم تحریک آزادی کے ساتھ منسوب کریں کیونکہ یہ تحریک آزادی کا حصہ ہے۔ ہم سیز فائر لائن کو نہیں مانتے۔ آپ میں سے اکثر جانتے ہیں کہ میں نے مسلح طور پر ۱۹۵۲ء میں سیز فائر لائن توڑنے کی عوامی

تحریک چلائی اور پھر اس کے بعد ۱۹۵۸ء میں سیز فائر لائن توڑنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد ۱۹۹۰ء میں کچھ نوجوانوں نے جنگ بندی لائن کو عبور کرنے کی کوشش کی۔ اب یہ چوتھی کوشش تھی چنانچہ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی اور یوں بھی سیز فائر لائن کا تقدس ہم نے کبھی تسلیم نہیں کیا۔ پچھلے دو تین سالہ دور میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں لوگ سیز فائر لائن عبور کر کے آئے اور گئے ہیں۔ یہ ایسی جنگ بندی لائن نہیں ہے جس کو ہم نے مستقل طور پر کبھی تسلیم کیا ہو اور اس بات کا بھی آپ سب کو پتہ ہے کہ نہ ہندوستان کی فوج سیز فائر لائن عبور کرنے والوں کو روک سکی ہے اور نہ ہی پاکستانی فوج نے ان کو روکا ہے اور نہ ہم نے کبھی روکا ہے۔ ہندوستانی حکومت کوشش کے باوجود نہیں روک سکی اور ہماری طرف سے بھی سیز فائر لائن عبور کرنے سے روکنے کی کبھی کوئی کوشش نہیں ہوئی۔ ہم نے روکنے کی کوشش کی ہوتی تو کسی کے لئے سیز فائر لائن عبور کرنا مشکل ہو جاتا۔ ہم نے نہ صرف سیز فائر لائن عبور کرنے والوں کو روکا نہیں بلکہ لائن عبور کرنے والوں کو جو سہولتیں بہم پہنچا سکتے تھے وہ پہنچائیں۔ تو اس کا ایک یہ پہلو ہے جو سب دوستوں کی سمجھ میں آنا چاہئے۔ دوسری بات اس ضمن میں یہ ہے کہ تحریک آزادی کو پورے پیکج میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ دنیا میں آزادی کی کسی تحریک کو علیحدہ علیحدہ اور اس کے اجزا کر کے نہیں دیکھا جا سکتا اس کو اکٹھا کر کے ہی دیکھنا پڑتا ہے۔ سب سے پہلے یہ بات اچھی طرح ہمارے لوگوں کی سمجھ میں آنی چاہئے کہ تحریک آزادی کے لئے یہ جو آزاد کشمیر کا علاقہ ہے اس کی کوئی اہمیت و افادیت ہے یا نہیں۔ دنیا میں کہیں نہیں ہوتا' اور آپ نے کبھی نہیں سنا ہو گا کہ جو لوگ کشتی پر بیٹھ کر سفر کرتے ہیں انہوں نے کشتی کے نیچے اولے تختے خود توڑنا شروع کر دیئے ہوں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ظاہر ہے کہ لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ یہ غرق ہونا چاہتے ہیں یا یہ نہیں جانتے کہ کشتی کیا ہوتی ہے اور کشتی کا دریا اور سفر کے ساتھ کیا تعلق ہے جبکہ یہ بات تو دنیا کا جاہل ترین اور احمق ترین آدمی بھی سمجھتا ہے۔ آزاد کشمیر کے حوالے سے خصوصی طور پر میں آپ لوگوں کو یہ بات یاد دلاتا ہوں کہ آزاد کشمیر کا یہ خطہ زمین

بھارت کے گلے میں پھنسا ہوا ہے۔ یہ وہ لوہے کا چنا ہے جس کو وہ آج تک نگل نہیں سکا۔ اگر اس کا بس چلتا تو وہ کب کا آزاد کشمیر پر حملہ آور ہوچکا ہوتا۔ یہ حقیقت سب کو معلوم ہونی چاہئے کہ آزاد کشمیر کی وجہ سے ہی کشمیر کے اندر تحریک چل رہی ہے کیونکہ آزادی کشمیر کا یہ خطہ تحریک آزادی کا بیس کیمپ ہے۔ آزاد کشمیر میں ایک پوری حکومت قائم ہے صدر، وزیراعظم، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ، نظریاتی کونسل، اسمبلی، یہ سب ادارے قائم ہیں تو کشمیر میں تحریک آزادی چل رہی ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے ۱۹۸۵ء سے آج تک درمیان میں تھوڑے عرصہ کو نکال کر یہاں مسلم کانفرنس کی حکومت قائم رہی ہے اور مسلم کانفرنس نے اس بات پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا، کبھی سودا نہیں کیا کہ آزاد کشمیر کے خطے کو تحریک آزادی کا بیس کیمپ ہونا چاہئے اور یہ ایک ایسا راہنما خطہ ہونا چاہئے جہاں سے تحریک آزادی چل سکے اور نتیجے پر پہنچ سکے۔ اس پر کبھی ہم نے سودا نہیں کیا۔ بڑے بڑے سیاستدان جو سیاست کے دعوے دار ہیں آپ لوگ جانتے ہیں کہ وہ کب کے آزاد کشمیر کا سودا کرچکے ہوتے۔ خدا کے فضل و کرم سے مسلم کانفرنس کی یہی بڑی خدمت ہے کہ اس نے تحریک آزادی پر کبھی کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ اگر ہم کوئی سمجھوتہ کرلیتے تو نہ آج آزاد کشمیر ہوتا، نہ یہاں تحریک آزادی ہوتی اور نہ وہاں تحریک آزادی جاری ہوتی، کچھ بھی نہ ہوتا لیکن ہم نے اس کو قائم رکھا۔ اس حوالے سے بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ جو کچھ آزاد کشمیر میں ہورہا ہے کیا یہ آزاد کشمیر کی آزادی کو برقرار رکھ سکتا ہے یا یہ آزاد کشمیر کی آزادی کو معرض خطر میں ڈال سکتا ہے۔ آزاد کشمیر کو خطرے میں ڈالنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک صورت وہ ہے جو بھارت کی وجہ سے ہوسکتی ہے اور دوسری صورت ہماری اپنی وجہ سے ہوسکتی ہے۔ بھارت کی وجہ سے جو خطرہ پیدا ہوسکتا ہے اس کا ازالہ تو ہم دوسرے حصے سے کرسکتے ہیں لیکن دوسرے حصے میں اگر خطرہ پیدا ہوگیا تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ اس دور میں ہم نے جس کردار کا مظاہرہ کیا ہے اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہم کشمیر کی تحریک آزادی کے لئے نہ صرف بین الاقوامی ماحول،

بلکہ ان حالات' ضروریات اور تقاضوں پر نظر رکھے ہوئے ہیں کہ جن سے کشمیر کی آزادی کی تحریک دیر تک چل سکتی ہے اور آخر کار بھارت کو مجبور کیا جاسکتا ہے کہ وہ کشمیر پر کوئی فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہوجائے۔ یہ بات ہمارے منصوبے میں شامل نہیں ہے کہ ہم فوج لے کر ہندوستان پر چڑھ دوڑیں گے اور ہندوستان کو فتح کر کے کشمیر کو آزاد کروائیں گے۔ یہ بات ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہے اور تحریک آزادی کے سلسلے میں یہ بات ہمارے منصوبے کا حصہ نہیں البتہ ہمارے منصوبے میں بھارت پر کشمیر کے معاملے میں عالمی سطح پر اتنا دباؤ ڈالنا ہے کہ وہ اس مسئلہ کا سیاسی حل نکالنے پر مجبور ہوجائے۔ دنیا میں یہی معروف بات ہے جو ہوسکتی ہے اور موجودہ تحریک آزادی کو اس حوالے سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں' میں اس سے زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔دوسری بات یہ ہے کہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے جو کشمیر میں چل رہی ہے' ہمیں کن لوگوں کی حمایت چاہئے؟ حمایت چاہئے بھی یا نہیں؟ ظاہر ہے یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔ کشمیر کی آزادی کی تحریک کے لئے آزاد کشمیر کے لوگوں کا متحد اور متفق ہونا ضروری ہے۔ میں عوام کے اتحاد کی بات کررہا ہوں کیونکہ لیڈروں کی اپنی اپنی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ آزاد کشمیر کے عوام کے دلوں کا کشمیر کی تحریک آزادی کے ساتھ وابستہ ہونا بہت ضروری ہے۔ اس مقصد کے لئے بھی ہم نے بہت کوششیں کی ہیں۔ میں اس کی تفصیل کو بھی چھوڑتا ہوں۔ جنہیں خدا تعالیٰ نے شعور دیا ہے اور وہ دیانتداری کے ساتھ سوچتے ہیں' انہیں خود پتہ چل جائے گا کہ ہم نے کیا کیا ہے اور کیا نہیں کیا۔ تحریک آزادی کی کامیابی کے لئے پاکستان کے عوام اور حکومت کی حمایت ضروری ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ ہمیں پاکستان کے عوام کی ہمدردی اور حمایت کی کوئی ضرورت نہیں' اس کے بغیر کشمیر آزاد ہوجائے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کی عقل پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔ میں زیادہ کچھ نہیں کہتا۔ اب یہ دیکھئے کہ اس تحریک کے لئے پاکستان کے عوام کی حمایت کیسے حاصل ہوسکتی ہے؟

پاکستان کے لوگوں کو' پاکستان کی حکومت کو' پاکستان کے جھنڈے کو' پاکستان کے بانی قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اگر لوگ برابھلا کہیں تو کیا پاکستان کے لوگ اتنے احمق ہیں کہ وہ کہیں گے کہ ہم کشمیریوں کی تحریک آزادی کی حمایت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ پاکستان کے عوام کشمیر کی تحریک آزادی سے بڑی ہمدردی اور دلچسپی رکھتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ آپا نثار فاطمہ صاحبہ' اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے' پچھلے سال لاہور میں کچھ پیسے لے کر میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ یہ پیسے ہم نے خواتین سے جمع کئے ہیں جنھوں نے اپنے زیورات بیچ کر اور اپنی بچت کر کے دیئے ہیں اور اب آپ کے ذریعے مجاہدین کو بھیجنا چاہتی ہیں۔ ساتھ ہی وہ کہنے لگیں کہ ایک بات آپ سے اور کہنی ہے اور وہ یہ کہ جب ہم یہ پیسے جمع کرنے کے لئے کچھ کشمیری خواتین کے پاس گئیں تو انہوں نے کہا کہ ہم تو پیسے نہیں دیتے' ہم کشمیر کو خود مختار کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات کہہ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ مجھے کہنے لگیں سردار قیوم! ان لوگوں سے پوچھیں کہ ہم اپنے زیورات اس لئے دینا چاہتی ہیں کہ یہ لوگ کشمیر کو خود مختار کرانے کی کوشش کریں۔ میں نے ان سے کہا کہ ہر معاشرے میں اس قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ کشمیر میں لاکھوں لوگ ایسے ہیں جو پاکستان کے ساتھ وابستہ ہیں' اسلام کے ساتھ وابستہ ہیں۔ آپ ان کے پاس جائیں۔ ان چند کو چھوڑ دیں یہ اگر چندہ نہیں دیں گے تو کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ خرابی کوئی زیادہ لوگ مل کر نہیں کرتے۔ خرابی کسی ایک مقام سے شروع ہو جاتی ہے اور پھر ہوا تنی پھیلتی ہے کہ اس کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے لوگوں کی ہمدردیاں کشمیر کی آزادی کے لئے ضروری ہیں اور اس بارے میں دو رائے نہیں ہونی چاہیے۔ کشمیر کی تحریک آزادی کے لئے پاکستان کے لوگوں کی ہمدردیاں ہمیں مطلوب ہیں۔ حکومتوں نے کئی دفعہ کشمیر کے مسئلہ پر کمزوری دکھائی لیکن پاکستان کے عوام کے ڈر اور خوف کی وجہ سے انہوں نے اس کمزوری کا اظہار نہیں کیا۔ مرحوم جنرل ضیاء الحق جیسے طاقتور آدمی اور مسلمانوں کے بین الاقوامی لیڈر نے خود اپنی تقریر میں کہا کہ میں کشمیر کے بارے میں اگر ایسی بات کروں تو لوگ مجھے پتھر ماریں گے۔ یہ پاکستان کی رائے عامہ ہے جو ہمیشہ ہمارے حق میں رہی مجلس

احرار نے ۱۹۳۱ء میں تحریک چلائی تو پنجاب کے لوگ کشمیر کے لئے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ ۱۹۳۱ء سے لے کر آج تک پاکستان کی رائے عامہ ہمارے ساتھ رہی ہے۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ۱۹۴۷ء کے جہاد میں پاکستان کی مائیں' بہنیں اور بیٹیاں ہمارے لئے اپنے زیور اور سامان بیچ کر اس وقت ہفتوں تک روٹیاں پکا کر بھیجتی رہی ہیں جب محاذ جنگ پر ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ پاکستان کی حکومت کے پاس' فوج کے پاس' کوئی اسلحہ اور سازوسامان ایسا نہیں تھا جو ہمیں دے سکتے لیکن پاکستان کے لوگوں کی حمایت سے ہم نے ۱۹۴۷ء کے جہاد میں کامیابی حاصل کی۔ بلوچستان سے لے کر خیبر تک تمام لوگوں نے ہماری حمایت کی۔ اس تحریک آزادی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ۳۲ ہزار مربع میل کا خطہ ہمیں عطا کیا۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا اعادہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم جس سفر پر چل رہے ہیں' اس سفر میں کیا کیا جائے۔ آج تو کہہ سکتے ہیں کہ گیارہ فروری کو گولی چلی جس میں کچھ لوگوں کے رشتہ دار مارے گئے اس لئے وہ پریشان ہیں اور مجھے بھی اور پاکستان کو بھی گالیاں دیتے ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ ۱۰ تاریخ اور ۹ تاریخ کو کونسی گولی چلی تھی۔ کیا ہمیں معلوم نہیں کہ اسی مظفر آباد میں بیٹھ کر انہوں نے پاکستان کے کمانڈر انچیف' پاکستان کے وزیراعظم' سردار عبدالقیوم' آزاد کشمیر کی حکومت' پاکستان کی حکومت کو گالیاں دیں اور ان کے خلاف منافرت پھیلائی۔ وہ محض اس وجہ سے گالیاں نہیں دیتے کہ لوگ مارے گئے ہیں۔ وہ اس لئے گالیاں دیتے ہیں کہ ان کے عزائم بے نقاب ہوگئے ہیں اور مارے گئے ہیں بے گناہ لوگ۔ کل ایک اور معصوم لڑکا جاں بحق ہوگیا ہے اور اس کی ماں نے "کشمیر بنے گا پاکستان" کا نعرہ لگایا ہے اور لبریشن فرنٹ کے جھنڈے میں اپنے بیٹے کو لپیٹ کر دفن کرنے سے انکار کردیا۔ ایسے لوگ بھی ہیں۔ مجھے بھی یہ غلط فہمی تھی کہ شاید یہ کشمیر کی آزادی چاہتے ہیں۔ کشمیر کی خود مختاری کے نام پر ہی آزادی چاہتے' تب بھی کوئی بات نہیں لیکن وہ کشمیر کی آزادی کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے بلکہ یہ آزاد کشمیر کو لبنان بنانا چاہتے ہیں۔ وہاں عیسائی اور مسلمان آپس میں آج تک لڑ رہے ہیں اور یہودی آرام سے

بیٹھے ہوئے ہیں گویا ان کی ساری تکلیف دور ہوگئی ہے اسی طرح یہ لوگ دنیا کی توجہ مظفر آباد پر مرکوز کرنا چاہتے ہیں تاکہ سری نگر سے دنیا کی توجہ ہٹ جائے اور ہندوستان پر دباؤ کم ہوجائے اور ہندوستانی بے گناہ کشمیری عوام کو بے موت مار سکیں' ان کی عورتوں کی بے حرمتی اور بے عزتی کرسکیں اور ان کو تباہ کریں' اور ہم یہاں آپس میں دست و گریباں ہوں' لڑتے رہیں ظاہر ہے کہ اس فساد کا منطقی نتیجہ یہی ہوگا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سردار قیوم! تم نے ہی کہاتھا کہ ہم سرحد پار کرنے والوں کو نہیں روکیں گے۔ بالکل میں نے کہا تھا اور میں اب بھی کہتاہوں کہ ہم نہیں روکیں گے۔ روزانہ لوگ آتے ہیں اور سرحد عبور کرتے ہیں اور اب بھی لوگ آئیں گے اور جائیں گے بلکہ ہم تو ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ ابھی کل ایک اخبار نویس نے مجھے کہا کہ لبریشن فرنٹ والے کہتے ہیں کہ پانچ لڑکوں نے چھپ کر سیز فائر لائن کراس کی۔ میں نے کہا "گڈلک فاردیم"(GOOD LUCK FOR THEM)۔ ہم سیز فائر لائن کو بارڈر نہیں مانتے لیکن اس واقعہ میں فیصلہ' کھلم کھلا جلوس نکال کر دشمن کی گولیوں کے سامنے جانے کے بارے میں کرنا تھا۔ اس پر ہم نے مختلف سطحوں پر بہت بحثیں کیں تو ساری صورتحال ہمارے سامنے آئی وہ صورتحال کیا تھی؟ میں آپ کو بتانا چاہتاہوں۔ وہ صورتحال یہ تھی کہ فرض کریں ہم ان کو نہ روکتے' ان کاخیال تھا کہ ہندوستان کی فوج گولی نہیں چلائے گی لیکن ہماری پوری ثقہ معلومات تھیں کہ دشمن کی پوری تیاری تھی۔ انہوں نے بجلی سے چلائی جانے والی اوردور سے کنٹرول ہونے والی بارودی سرنگیں لگائی ہوئی تھیں۔ یہ جدید مائنیز تھیں ریموٹ کنٹرول سے چلتی ہیں اور یہ تمام نالوں ندیوں اور راستوں میں لگائی ہوئی تھیں۔ ہمارا کوئی آدمی بچ کے نہیں جاسکتا تھا اور اگر کوئی بچ کر چلا بھی جاتا تو اس کو وہ گولی مار دیتے اور اس بات کا وہ کھلم کھلا اعلان کررہے تھے۔ اس طرح بہت سے لوگ مارے جاتے اور پھر ہم سے ہر ایک یہ سوال پوچھتا کہ ان کو تو اس کا علم نہیں تھا' کیا تم کو بھی علم نہیں تھا؟ تب ہم اس کا کیا جواب دیتے؟ ہماری پاکستانی فوج کیا جواب دیتی جس کے سامنے یہ لوگ مارے

جاتے؟ کیا یہ قوم پاکستانی فوج کو معاف کرتی جس کے سامنے نہتے لوگ مارے جاتے اور وہ تماشائی بنے دیکھتے رہتے۔ آپ خود بتایئے کتنی بڑی قیامت آسکتی تھی۔ سینکڑوں عورتیں بیوہ ہوجاتیں اور ہزاروں بچے یتیم ہوجاتے۔حاصل کیا ہوتا اس سے؟ اگر کشمیر آزاد ہوجاتا تو میری جان بھی حاضر ہے اور بچے بھی حاضر ہیں مگر کشمیر کا ایک انچ بھی اس سے آزاد نہیں ہوسکتا تھا۔ اس سے تو یہ ہوتا کہ یہ تحریک صدیوں پیچھے چلی جاتی۔ تحریک آزادی کا کشمیر میں نام لینا مشکل ہوجاتا۔ روکنے کی دو صورتیں تھیں ایک صورت یہ تھی کہ ہم روکتے' آزاد کشمیر حکومت روکتی اور دوسری صورت یہ تھی کہ فوج کو کہتے کہ وہ روکے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ ہندوستانی فوج روکے یا پاکستانی فوج روکے۔ اس پر بھی ذرا غور کریں۔ اگر پاکستانی فوج بھارتی فوج کے مقابلے میں گولی چلاتی تو جو صورتحال ہوتی آپ اس کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ ہندوستانی فوج بڑی دیر سے تیاری میں ہے اور پاکستانی فوج بھی چوکس کھڑی ہے علاقہ میں آئے دن فائرنگ ہوتی ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے اگر فوجوں کے درمیان جنگ نہ ہوتی اور ہندوستانی فوج صرف شلنگ شروع کردیتی جس طرح انہوں نے اٹھمقام میں کیا۔ آپ کو شاید پتہ نہیں کہ اٹھمقام میں ان کی شلنگ سے چناری کا سارا علاقہ ان کی زد میں تھا' چناری کے لوگ خوف زدہ تھے۔ میرے پاس وہاں کے لوگ آئے' ان کے ایم ایل اے آئے' انہوں نے کہا کہ پچھلے سال فائرنگ ہوئی تھی چھ ماہ ہم لوگ پریشان رہے کیونکہ غلہ نہیں پہنچ سکا تھااب پھر فائرنگ کروا کے آپ ہمیں مروانا چاہتے ہیں؟ اس صورت حال میں دونوں فوجیں آپس میں لڑ بھی سکتی تھی اور میرے جیسے آدمی سے یہ سوال پوچھا گیا کہ کیا اس وقت ہم ہندوستان سے جنگ کرنے کی پوزیشن میں ہیں؟ امان اللہ خان نے ایک کال دی ہے۔ امان اللہ خان کی کال پر ہم جنگ کریں؟ کیا اس کا کوئی نتیجہ برآمد ہوسکتا ہے؟ سوائے ہزار ہا انسانوں کے کشت و خون کے اس کا کچھ حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ ان سب چیزوں پر ہم نے غور کیا اور پھر فیصلہ کیا کہ سیز فائر لائن کی کراسنگ کو ہم خود پولیس کے ذریعے روکیں چنانچہ پولیس نے روک لیا اگرچہ انہوں نے گالیاں بھی

کھائیں اور ناراضگی بھی مول لی مگر ان سب باتوں کے باوجود انہوں نے روک لیا۔ اگر پولیس والے یہ کام نہ کرتے اور یہ لوگ آرمی تک پہنچ جاتے تو پھر کیا ہوتا؟ انہوں نے تو پہلے ہی کہنا شروع کردیا تھا کہ جاں بحق ہونے والے پاکستان آرمی کی فائرنگ سے جاں بحق ہوئے ہیں۔ پاکستان آرمی نے کوئی فائرنگ نہیں کی مگر ان کا پراپیگنڈہ پہلے سے موجود تھا۔ ہمیں کہا گیا کہ کچھ لوگوں کو اجازت دو کہ وہاں تک پہنچ جائیں یا پاکستانی فوج کی گولی سے مارے جائیں۔ اگر فوج تک یہ لوگ پہنچ جاتے تو پاکستانی فوج نے ہماری طرح منت سماجت تو نہیں کرنی تھی۔ فوج کا ایک خاص مزاج ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک دفعہ وارننگ دیئی تھی کہ ریڈ لائن سے آگے نہ آؤ' آتے تو ایک ہی بار فائرنگ سے سینکڑوں لوگ مارے جاتے۔ مجھے بتایئے آپ اس کا کیا جواب دیتے؟ ہم نے سینکڑوں جانیں بچائیں۔ پولیس کے لوگ بھی زخمی ہوئے' اس کے باوجود جہاں انہیں کہا گیا کہ ان کو روکیں انہوں نے روک دیا اور اس سے آگے نہیں جانے دیا حالانکہ اس میں بہت مشکلات پیش آئیں۔

مجھے اس بات کا پوری طرح علم ہے کہ سرکاری ملازمین بھی بڑی تعداد میں ان کے ساتھ شامل تھے۔ انہیں اطلاعات بہم پہنچاتے تھے' تقریریں کرتے تھے اور تقریریں صرف یہ نہیں تھیں کہ تم بہادر ہو' بڑے اچھے ہو بلکہ مجھے گالیاں دیں' وزیراعظم پاکستان کو گالیاں دیں پاکستان کو گالیاں دیں۔ ایک الیکٹریکل انجینئر نے جاکر تار کاٹنے کا بندوبست کیا۔ سڑک والوں نے ایسا ہی کیا۔ بعض افسروں نے بڑے طمطراق کے ساتھ جاکر تقریریں کیں اور بڑے جوش و جذبے کا اظہار کیااب معلوم ہوا ہے کہ ان کا کام یہاں ابتری پیدا کرنا فساد پیدا کرنا اور پاکستان کو گالیاں دینا ہے۔ تاکہ آزاد کشمیر میں فساد پیدا ہو۔ اس طرح انہوں نے اس آئین کا پاس نہیں کیا جس کی وفاداری کا انہوں نے حلف اٹھایا ہوا ہے۔ پاکستان سے وفاداری کا پاس نہیں کیا۔ میں کل ان کی تنظیموں سے یہ بات پوچھوں گا کہ ان سے کس طرح حساب لیا جائے۔ یہ لوگ پولیس کے بارے

میں اس طرح منٹ منٹ کی خبر وہاں پہنچاتے تھے جیسے کوئی دشمن کے ساتھ لڑ رہا ہو۔ ہم تو اپنے گھر میں تھے اور سیز فائر لائن کے تقدس کو ختم کرنا چاہتے تھے اور یہ مقصد چناری تک پہنچ کر' جلسہ کر کے ختم ہوگیاتھا۔ ہم چناری سے پہلے ان کو روک سکتے تھے بلکہ ان کو پنجاب میں' سرحد میں روک سکتے تھے۔ کوئٹہ اور کراچی والوں کو نہ آنے دیتے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا تاکہ یہ تاثر ختم نہ ہوکہ سیز فائر لائن کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ یہ تلوار بھارت کی گردن پر لٹکتی رہنی چاہئے اس لئے ہم نے چناری تک لوگوں کو آہستہ آہستہ پہنچنے کی اجازت دی مگر بعض مہم جو تو صرف لاشیں چاہتے تھے۔ وہ لاشوں پر سیاست کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بس معصوم اور بے گناہ لوگوں کی لاشیں چاہتے ہیں۔ مدار پور میں لبریشن فرنٹ کا ایک لڑکا مارا گیا۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ پولیس گولی یا آنسو گیس کے شیل سے مارا گیا لیکن بعد میں پوسٹمارٹم سے معلوم ہوا کہ وہ پستول کی گولی سے مارا گیا جب کہ ہماری پولیس کے پاس پستول تھا ہی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہجوم کے اندر سے کسی نے اس کو گولی ماری یعنی یہ فساد اپنے طور پر بھی کرنا چاہتے تھے۔ پولیس مارتی یا نہ مارتی ہر حال میں انہوں نے فساد کرنا تھا۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ اسلحہ بھی ان کے پاس وافر مقدار میں تھا۔

اس میں اب کوئی شک نہیں کہ پچھلے دنوں بعض لڑکوں کا جو گروہ وزیراعظم ہاؤس اور وزیراعظم سیکرٹریٹ کے چکر لگاتا رہا اس کا مقصد وزیراعظم ہاؤس پر حملہ کرنا تھا کیونکہ پہلے وہ وزیراعظم سیکرٹریٹ آئے اور جب ان کو اندر نہیں گھسنے دیا گیا تو وہ گاڑی لے کر پیچھے گئے اور جب ہم ان سے آگے نکل گئے تو وہ وزیراعظم ہاؤس پر آگئے۔ اگر آمنا سامنا ہو جاتا تو معلوم نہیں کیا صورتحال ہوتی۔ اگر میں وزیراعظم نہ بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آزاد کشمیر میں زندہ لوگوں کا لیڈر ہوں' مردوں کا نہیں۔ یہ کھلم کھلا اعلان کرتے پھرنا کہ ہم سردار قیوم کو قتل کردیں گے' فساد کروانے کی کوشش کے سوا کچھ نہیں۔ یہ لوگ تحریک آزادی نہیں چلا رہے بلکہ آزاد

کشمیر میں فساد اور عدم استحکام پیدا کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ان ساری تفصیلات کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ افواہ بازی کا خاتمہ ہواور الجھنیں نہ پیدا ہوں۔ میں مظفر آباد کے شہریوں سے بھی کہنا چاہتا ہوں کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس معاملہ پر غور کریں اور اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکر کریں' ناشکرے نہ بنیں۔ اس سے بڑی کیا نعمت ہے کہ ہم یہاں آزاد ہیں۔ ہم سے زیادہ پڑھے لکھے لوگ سرحد کے اس طرف بیٹھے ہوئے ایک عذاب سے گزر رہے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ آزادی جیسی بھی ہے' اس آزادی کی بنیاد پر ہم ان کی آزادی حاصل کریں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس سارے عرصے میں ہم نے آزاد کشمیر کی سطح تک مقبوضہ کشمیر میں تحریک آزادی کی سپورٹ کو کس قدر منظم کیا ہے۔ میں آج بھی اعلان کرتاہوں کہ ان چند آوارہ لڑکوں کی وجہ سے ہم تحریک آزادی سے بددل نہیں ہو سکتے اور نہ اس کی حمایت چھوڑ سکتے ہیں۔ ان کا منصوبہ بہرحال یہی ہے کہ یہ مجھے گالیاں دیں تاکہ یہاں کے لوگ ان کشمیریوں کو گالیاں دیں اور مقبوضہ کشمیر میں جاری تحریک کو سبوتاژ کیا جاسکے۔ ان کا سوچا سمجھا منصوبہ یہی ہے۔ بھٹو صاحب کے ساتھ انہوں نے یہی کچھ کیا۔ جماعت اسلامی کے لوگوں نے مجھے گالیاں دیں تو میں نے مولانا مودودی سے کہا یہ مجھے' میری حکومت کو' وزیراعظم پاکستان اور پاکستان کی حکومت کو اس لئے گالیاں دیتے ہیں کہ لوگ ان کو گالیاں دیں اور مقبوضہ کشمیر میں جاری تحریک کو سبوتاژ کیا جاسکے۔ میں نے کیا قصور کیا ہے؟ میں نے لوگوں کی خدمت کی ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کو گالیاں دینا شروع کردیں اور کہنا شروع کردیں کہ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ کشمیر کو آزاد کرائیں۔ یہی وہ بات ہے جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ یہ دشمن کی سازش ہے اور دشمن کے پھیلائے ہوئے جال میں ہمیں نہیں آنا چاہئے۔ دشمن واضح طور پر چاہتاہے کہ اس کی لڑائی ہم اپنے گھروں میں لڑیں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ یہ لڑکے را کے ایجنٹ ہیں اور کے ایل ایف (KLF) کے بارے میں بھی اب ہمیں معلوم کرنا پڑے گا کہ یہ کیا چاہتے

ہیں؟ میرا پہلے خیال تھا کہ یہ لوگ نیک نیتی سے آزادی کے لئے خود مختاری کی بات کرتے ہیں' چلو ان کو کرنے دو۔ نیک نیتی سے اگر کوئی غلطی بھی کرتا ہے تو اس کی معافی ہوسکتی ہے۔ ہم سمجھتے تھے کہ وہ مخلص ہیں۔ لیکن اب ساری چیزوں پر غور کرنا پڑے گا کہ یہ کیا تماشہ ہورہا ہے؟ اپنے گھروں میں انہوں نے اسلحہ کے انبار جمع کئے ہوئے ہیں۔ یہاں انہوں نے کس کے لئے اسلحہ جمع کیا ہوا ہے جو طریقہ انہوں نے اختیار کیا ہے' وہ بھی قابل غور ہے۔ یہ صورتحال ایک سال میں کیسے پیدا ہوئی؟ پھر دنیا بھر کا نیوز میڈیا کیسے وہاں پر پہنچ گیا؟ عالمی میڈیا نے کس گہری دلچسپی کا مظاہرہ کیا' یہ بھی سوچنے اور غور کرنے والی بات ہے اور تو اور ایدھی ٹرسٹ والوں کو دیکھو کہ انہوں نے پہلے ہی روز ۲۵ ایمبولینس گاڑیاں بھیج دیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ ان کو کیسے معلوم تھا کہ ۲۵ گاڑیوں کی ضرورت ہوگی؟۔ گویا ایک خاص مقصد کے تحت ایسی صورتحال پیدا کی گئی کہ قیامت کا منظر ہوگیا ہے۔ یہ سب بین الاقوامی سازش نہیں ہے تو کیاہے؟۔ ہمیں یہ بھی اطلاع ہے کہ بعض ایمبولینس ایسی تھیں کہ وہ ان میں اسلحہ رکھ کر لے جاتے رہے ہیں۔ وہ اسلحہ کس کے خلاف تھا؟ ہندوستانی فوجیوں سے تو کلاشنکوفوں سے نہیں لڑا جاسکتا۔ وہ اسلحہ یہاں کس کے خلاف استعمال ہوا۔اگرچہ ان کی سازش کامیاب نہیں ہوئی لیکن یہ کامیاب بھی ہوسکتی تھی۔ ہمارے لوگ غلطی سے' ناسمجھی سے' اس پھندے میں پھنس سکتے تھے۔یہ ضروری تھا کہ میں آپ کو واقعات سے آگاہ کرتا۔ خود مختاری کے تصور کے بارے میں ٹھنڈے دل سے سوچیں۔ خود مختاری کا ایک تصور تو یہ ہے کہ کشمیری نیک نیتی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم چونکہ کشمیری بولتے ہیں' ہمیں سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں' ہم جنت سے آئے ہیں' ہمیں علیحدہ ملک چاہئے' اگر یہ ہوسکتا ہوتو بڑے شوق سے کریں۔ اس طرح جو کشمیری نہیں بولتے انہیں اس سے خارج کرنا پڑے گا۔ اگر ایک کشمیری کہتا ہے میں اپنے گھر میں رہنا چاہتا ہوں تو ٹھیک ہے' اس کا حق ہے' رہ سکتا ہے۔ وہ اپنی جھونپڑی بنا کر رہے یا محل بنا کر رہے لیکن اس کو یہ حق تو نہیں کہ وہ کہے کہ میں باقی سب گھروں کو آگ

لگانا چاہتا ہوں' پاکستان کو جلانا چاہتا ہوں۔ یہ کہاں کی دانش اور عقلمندی ہے؟۔ خود مختاری میں یہ مقام کہاں آتا ہے کہ پاکستان کو گالیاں دی جائیں' پاکستان کی زمین پر' پاکستان کا کھا کر پاکستان کی ڈٹ کر مخالفت کی جائے' یہ خدا کی ناشکری نہیں تو اور کیا ہے؟۔ یہ پاکستان کی بدولت ہے کہ آج یہاں عزت اور وقار کے ساتھ آپ لوگ کھڑے ہیں۔ جو آزادی ہمیں حاصل ہے خود اہل پاکستان کو بھی حاصل نہیں۔ جو عزت ہمیں آج حاصل ہے وہ کسی کو حاصل نہیں۔ اس عزت کی اگر ہم خود قدر نہیں کرسکتے تو پھر خدا کے عذاب سے کیسے بچیں گے۔ خود مختاری کے اس تصور پر بھی پڑھے لکھے لوگوں کو غور کرنا چاہئے۔ کیا یہ قابل عمل ہے' کیا یہ ممکن ہے' کیا یہ ہوسکتا ہے' کیا اس میں کشمیر کو کئی حصوں میں تقسیم کرنے کا عنصر تو شامل نہیں ہے؟ اگر کشمیر تقسیم ہوگیا تو پھر کچھ بھی نہیں رہے گا نہ خود مختاری اور نہ کوئی قصہ۔ بھارت کے قبضے میں رہو گے اور اگر خود مختاری فرض کریں کہ کبھی ہوتی بھی ہے اگرچہ یہ ایک انہونی بات ہے لیکن مفروضے کے طور پر مان لیں کہ خود مختاری ہوتی ہے تو وہ پاکستان کی حمایت کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ یہ بات مجھ سے سن لیں کہ پاکستان کے لوگوں کی حمایت کے بغیر کشمیریوں کی بات کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ ہندوستان سب کو ملیا میٹ کر دے گا۔ اگر آج بھی بھارت اس پار کشمیریوں پر ظلم کرنے میں کوئی رکھ رکھاؤ یا بچ بچاؤ کرتا ہے تو وہ پاکستان کے وجود کی وجہ سے کررہا ہے ورنہ کوئی حیثیت نہیں ہے ہماری۔ وہ اتنا بڑا ملک ہے ہمیں تباہ کرکے رکھ دے گا۔ ہندوستان میں ۱۸ کروڑ مسلمان ہیں اور ہندوستان کی حکومت نے ان کی کیا حیثیت اور حالت بنا رکھی ہے؟ اس بارے میں بھی بیٹھ کر ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہئے' غور کرنا چاہئے کہ خود مختاری کا نتیجہ کیا ہوگا؟۔ جو بات سمجھ میں نہ آئے پوچھ لیں کہ اصل بات کیا ہے۔ میں نے کئی لوگوں سے کہا ہے کہ آپ اگر خود مختاری چاہتے ہو تو لوگوں کو سمجھاؤ ڈنڈے کے زور سے اور کلاشنکوف کے زور سے خود مختاری کوئی نہیں مانتا۔ کیسے لوگ ہو' ہم سے خود مختاری منواتے ہو؟ ہم نے تو اس سرزمین کا ایک ایک انچ جہاد کرکے حاصل کیا ہے ہم نے قربانیاں دی ہیں۔

پاکستان کی حکومت کو یا کسی اور کو یہ جرات نہیں ہوسکتی کہ وہ ہمیں ہماری مرضی کے خلاف آکر یہ کہے کہ خود مختاری مانگو۔ فیلڈ مارشل ایوب خان سے بڑھ کر کوئی حکمران یہاں نہیں گزرا' جب انہوں نے یہاں خود مختاری کا فتنہ پیدا کیا تو ہم نے کھڑے ہوکران کے منہ پر اس کی مخالفت کی' اور ان کو کہا کہ آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ یہاں خود مختاری کی یا کوئی اور بات کریں۔ ان کے سامنے بات کرنے کی جرات کوئی نہیں کرسکتا تھا۔ ہم نے آزاد کشمیر کی سرزمین پر آزاد رہنا ہے' پاکستان کے ساتھ مل کر زندہ رہنا ہے اور پاکستانی کی حیثیت سے رہنا ہے۔ کشمیر کی آزادی کی جدوجہد میں مصروف قوتوں کو یقین دلاتا ہوں کہ کشمیر کی آزادی کی تحریک کے لئے ہم سے جو اخلاقی تعاون چاہتے ہیں ہم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کشمیر کی آزادی کی تحریک کو گیارہ فروری کے غلط اقدام کی وجہ سے نقصان پہنچا ہے۔ سینکڑوں لوگوں نے سری نگر سمیت مقبوضہ کشمیر کے مختلف حصوں میں کے ایل ایف کے جھنڈے پھاڑ ڈالے۔ مقبوضہ کشمیر کے لوگوں نے ہمیں مبارک باد دی کہ آپ نے بہت اچھا کیا جو ان کو روک دیا وہ لوگ حقیقتاً" وہاں ہندوستان کے خلاف جہاد کررہے ہیں اور یہ لوگ یہاں ہمارے خلاف جہاد کررہے ہیں۔ اگر کوئی امریکی یا انگریز کہتا ہے کہ خود مختاری اچھی چیز ہے تو آپ ان سے کہیں کہ وہ انڈیا کو یہ بات بتائے آزاد کشمیر کو ڈسٹرب مت کریں۔ آزاد کشمیر میں ہم سختی کے ساتھ قانون کی پابندی کروائیں گے۔ میں اس بات کا بھی محتاج نہیں ہوں کہ انتظامیہ کچھ کرے۔ میں اپنے لوگوں سے بھی کہوں گا کہ اگر ضرورت پڑی تو وہ باہر نکلیں اور سارا بندوبست کریں۔ سرکاری ملازمین پر میں یہ واضح کردینا چاہتا ہوں کہ جو سرکاری ملازم یہ سمجھتا ہے کہ وہ آزاد کشمیر میں رہ کرپاکستان کا وفادار نہیں رہ سکتا' وہ ملازمت چھوڑ دے اور بیٹھ کر سیاست کرے۔ اس بات پر ہمیں مجبور نہ کریں کہ ہم ان کے خلاف مقدمات درج کریں' ان کو نوکری سے نکال دیں اور پھران کے بچے اور لواحقین پریشان ہوں۔ اگر سیاست کرنی ہے تو ملازمت چھوڑ دیں۔ گھر سے نکل کر سیاست کریں' ہم برداشت کرلیں گے لیکن حکومت اور قانون کی مخالفت کرکے'

بددیانتی اور بداخلاقی کر کے سیاست کرتے ہوئے ایسے لوگوں کو شرم آنی چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے سرکاری ملازمین کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ انہوں نے حکومت کو گالیاں دے کر بہادری کی ہے۔ وہ علاقہ جو تحریک آزادی کا بیس کیمپ ہے' جس علاقہ اور خطے نے ہماری جان و مال و عزت و آبرو کو تحفظ دیا ہوا ہے' اس علاقے کے ساتھ اتنی بڑی غداری اور بے وفائی' میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ تعالی کے عذاب کو کھلم کھلا دعوت دینے کے مترادف ہے۔ شہر میں بیٹھے ہوئے بعض سرکاری ملازمین اور ان کی خواتین مجھے گالیاں دیتے ہیں حالانکہ میں نے تو لوگوں کی خدمت کی ہے' کسی سے کچھ مانگا نہیں ہے کسی کا نقصان نہیں کیا ہے۔ بہرحال ہمیں خود مختاری کے نعرے اور اس سلسلے میں جو واقعات ہوئے ہیں ان سب چیزوں پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ میری دعا ہے کہ خدا تعالی سیاستدانوں کو بھی عقل دے' شعور دے اور یقین دے۔افسوس اس امر کا ہے کہ لوگوں کا یقین اور عقیدہ ختم ہوگیا ہے۔ کہتے ہیں یوں بھی ٹھیک ہے اور یوں بھی ٹھیک ہے۔ اس معاملہ پر ہمارے چار پانچ بڑے سیاسی راہنماؤں کا رویہ دیکھیں۔ ایک طرف انہوں نے کہا کہ سیز فائر لائن توڑنے کا پروگرام بالکل بے وقت ہے تو دوسری جانب اپنے لوگوں کو کہا کہ ان کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ اب بتائیے کہ کیا کردار ہے ان لوگوں کااور حقیقت یہ ہے کہ اس دو رخے کردار کی وجہ سے ان کا نام ہی ختم ہوگیاہے۔ ان کو پانچواں سوار بھی کسی نے نہیں مانا۔ اگر ان لوگوں کی حمایت کرنا تھی تو کھلم کھلا ان کی حمایت کرتے۔ جھنڈے لے کر ان کے ساتھ جاتے۔ سردار ابراہیم' حیات خان اور بیرسٹر سلطان محمود خود جاتے اور کہتے کہ ہم سیز فائر لائن عبور کرنے جارہے ہیں اور ساری دنیا کو پتہ چلتا کہ یہ لوگ جارہے ہیں۔ اگر نہیں جانا تھا تو پھر ان کے ساتھ شامل ہونے کی کیا ضرورت تھی؟۔ اس منفی عمل نے ان کی سیاست کو ختم کردیا ہے اور اب سیاست تخریب کاری پر آگئی ہے اور یاد رکھو کہ دہشت گردی' تخریب کاری اور تحریک آزادی میں فرق ہونا چاہئے۔ تحریک آزادی' دہشت گردی یا تخریب کاری کا نام نہیں ہے۔ دنیا میں کسی

تخریب کار یا دہشت گرد نے کبھی آزادی حاصل نہیں کی۔ کبھی کچھ نہیں کیا سوائے آوارگی اور پریشانی کے۔ ہم نے آزادی جہاد کرکے حاصل کی ہے اور ہم نے بحیثیت مسلمان اس جہاد کے دوران ہندو اور سکھ عورتوں کی عزت و عصمت کی بھی حفاظت کی اسی وجہ سے اللہ تعالی نے ہمیں عزت دی اور یہ ملک آزاد ہوا۔ ہم نے دہشت گردی اور بد معاشی نہیں کی۔ یہ لوگ ہمارے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں؟ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے انہوں نے تو انتہا کردی ہے۔ اس لئے اصل واقعات کی روشنی میں سارے معاملہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

میرے عزیز ساتھیو!

اس موقع پر جس طرح وزیراعظم پاکستان نے خود اعلان کیا کہ ہم آئندہ سیز فائر لائن عبور کرنے والوں کو نہیں روکیں گے۔ آپ تعلیم یافتہ لوگ ہیں غور کریں کہ یہ کتنا انقلابی اعلان ہے یہ نواز شریف ہی کہہ سکتا تھا' دوسرا کوئی آدمی نہیں کہہ سکتا تھا۔ مگر یہ ہمارے آزادی کے "متوالے اور جیالے" اپنی زبان سے کہتے ہیں کہ نرسیما راؤ اور نواز شریف میں کوئی فرق نہیں۔ جن کو ان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا' وہ کیا آزادی کی تحریک چلائیں گے اور وہ کیا آزادی کی بات کرتے ہیں؟۔ مجھے ایک غیر ملکی اخبار نویس نے کہا کہ کرش انڈیا(CRUSH INDIA) کے نعرے تو سنتے رہے ہیں مگر یہاں مظفر آباد میں کرش پاکستان(CRUSH PAKISTAN) کا نعرہ لگ رہا ہے۔ یہ انڈیا کو بھی کرش کریں گے اور پاکستان کو بھی کرش کریں گے۔ منچلے پن کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ اس سے نفرت پھیلتی ہے اور پھر بھلااگر یہ نعرہ پاکستان تک پہنچے کہ یہاں چند کشمیری بیٹھ کر پاکستان کے خلاف نعرے لگاتے ہیں تو وہاں پر کیا تاثر قائم ہوگا؟ وہ تو سمجھتے ہیں کہ جو کشمیری ادھر سے آیا ہے وہ مقدس اور فرشتہ ہے۔ سرکاری ملازمین سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مشرقی پاکستان میں' سندھ میں اور جہاں بھی تخریب کاری ہوئی وہاں فوج کو نشانہ بنایا گیا۔ کافی دیر سے آزاد کشمیر میں بھی اس بات کی کوشش ہورہی

ہے کہ فوج کو نشانہ بنایا جائے' فوج کے خلاف نفرت پیدا کی جائے اور فوج کی مخالفت کی جائے۔ گیارہ فروری کی تحریک میں بھی یہ عنصر شامل تھا اور پاکستانی فوج کے ایک کیپٹن سے بعض لڑکوں نے بدتمیزی بھی کی تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ فوجی کپتان ان کے پستول سے تو نہیں ڈرتا تھا لیکن تحریک آزادی اور کشمیری ہونے کی وجہ سے اس نے ان کا احترام کیا۔ اگر پاکستانی فوج کو تحریک آزادی کی حمایت اور احترام نہ ہو تو وہ دو منٹ میں سب کا دماغ درست کرسکتی ہے۔ آرمی چیف تک کو برا بھلا کہا گیا' بتایئے بھلا آرمی چیف نے کیا برا کیا تھا۔ ہندوستانی فوج جو کچھ کشمیر میں کررہی ہے کیا وہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔ یہاں جو ہمارے فوجی عزت اور آبرو کے محافظ ہیں اگر ان کے خلاف نفرت پیدا کی جائے بلکہ اخلاقی حمایت سے محروم کیا جائے تو وہ کس خوشی میں ان کی حمایت کریں گے۔ ہم نے کیا قصور کیا ہے؟ ہم نے اس علاقے میں جہادکرکے یہ خطہ آزاد کرایا اور اب یہ لوگ دشمن کو خوش کرنے کے لئے ہمیں گالیاں دیتے ہیں گویا وہ ہمیں احساس دلانا چاہتے ہیں کہ ہم نے کیوں ہندوؤں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑی؟ ہماری یہ بھی ثقہ اطلاع ہے کہ "را"(RAW) کے کچھ ایجنٹ جو سندھ میں تخریب کاری کرتے ہیں وہ یہاں مظفر آباد آکر ٹھہرے اور جب ان کو پکڑنے کا انتظام ہوا تو وہ بھاگ گئے۔ تخریب کاری کبھی منصوبہ بندی کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ سیز فائر لائن کے بارے میں بھی باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی اور یہ جو مجھ پر حملہ ہوا ہے' یہ بھی ایک منصوبہ کا حصہ ہے۔ پھر یہ بھی کہا گیا کہ پاکستان کی پولیس یہاں کیوں آئی ہے؟۔ اگر پاکستانی پولیس یہاں نہ ہوتی تو مظفر آباد شہر کی اینٹ سے اینٹ بج گئی ہوتی۔ کوئی فرد اور کوئی گھر تخریب کاروں کے نشانہ سے نہ بچا ہوتا۔ ان میں سے جب کچھ سیز فائر لائن کی طرف روانہ ہوئے تو کچھ نے پیچھے مظفر آباد کو تخت و تاراج کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ پاکستانی پولیس کے ہم شکر گزار ہیں۔ ہمیں جب تک ان کی ضرورت ہے وہ یہاں رہے گی' کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ ہمارے کئی لیڈروں نے اسلام آباد میں کوٹھیاں بنائی ہوئی ہیں اگر وہاں ان کو کہا جائے کہ تم یہاں سے نکل جاؤ تو وہ لیڈر صاحبان کدھر

جائیں گے۔ آٹھ لاکھ کشمیری مہاجرین پاکستان میں آباد ہیں۔ غور کریں کہ اگر ان کو کل یہ کہا جائے کہ پاکستان سے نکل جائیں تو وہ کہاں جائیں گے؟۔ آزاد کشمیر میں تو کھڑا رہنے کی جگہ نہیں۔ میں آزاد کشمیر کے لوگوں کا شکر گزار ہوں کہ وہ ان لوگوں کی سازش میں نہیں پھنسے۔ انہوں نے اپنی آزادی' اپنے عقیدے اور اپنے ملک کو قائم رکھا ہے یعنی تحریک آزادی کے ساتھ اور پاکستان کے ساتھ اپنی وابستگی قائم رکھی ہے۔ میں اس خاتون کو مبارک باد دیتا ہوں جس نے لبریشن فرنٹ کا جھنڈا اپنے بیٹے کے جنازے پر سے اتار کر پھینک دیا اور "کشمیر بنے گا پاکستان" کا نعرہ لگایا۔ یہ ہی وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے معاشرہ قائم ہے۔ سرکاری ملازمین کے بارے میں' میں یہ کہہ رہا تھا کہ انہیں غور کرلینا چاہئے کہ ان کو کیا کرنا ہے؟۔ میں پھر کہتا ہوں کہ جو لوگ آزاد کشمیر کے آئین' پاکستان اور اس سرزمین کے وفادار نہیں ہیں ان کو آزاد کشمیر میں اخلاقی طور پر نوکری کا حق نہیں ہونا چاہئے۔ وہ چپکے سے استعفیٰ دے کر اپنے گھر جائیں گھر سے کھائیں اور پھر سیاست کریں۔ کل' ۳۰ مارچ کے لئے امان اللہ خان نے جو کال دی ہے میں اس کے ساتھ شامل ہوں۔ جس بددیانتی کا مظاہرہ یہاں سرکاری ملازمین نے کیا ہے اس کو ہم نظرانداز نہیں کریں گے۔ ایسے لوگوں سے کوئی اچھائی حاصل نہیں ہوسکتی جو ہمارے ٹیلیفون سن کر اور ٹیپ کرکے وہاں خبریں دیتے تھے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ بھائی کونسی قیامت آئی ہوئی تھی؟ جہاں تک تحریک آزادی کا تعلق ہے' میں تمام رنج و الم کے باوجود اپنے لوگوں اور اپنے جماعتی کارکنوں سے کہتا ہوں کہ تحریک آزادی میں ہمارا جو حصہ اور حق ہے اس کو انشاء اللہ پورا کریں گے اور چند عاقبت نااندیش لوگوں کے کہنے پر تحریک آزادی سے اپنے حق نہیں چھوڑیں گے۔

پاکستان میں ملازمین کی تنظیموں نے ملازمین کو منظم کیا اور وہ ایک ایک دن کی تنخواہ تحریک آزادی کے لئے فنڈ میں دیں گے۔ پاکستان کے ملازمین کی طرف سے ہمیں یہ اخلاقی مدد ملی ہے۔ ۲۳ مارچ کو وزیراعظم پاکستان یہاں آرہے ہیں۔ ان کے ساتھ الجھے

ہوئے بعض مسائل حل کرنے کے لئے بات چیت ہوگی۔ کچھ لوگوں نے دعوی کیا ہے کہ ہم ان کو یہاں نہیں اترنے دیں گے۔ ان لوگوں کی بہادری کے کارناموں سے ہم اچھی طرح آگاہ ہیں لیکن میں سرکاری ملازمین سے کہوں گا کہ وہ اپنا رویہ درست رکھیں اور کسی سازش میں شریک نہ ہوں۔ جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اسی پر اکتفا کریں اور اب کسی نئی حرکت میں شریک نہ ہوں۔ ہم انشاء اللہ دشمن کی اس کوشش کو کہ "لڑائی کا مرکز سری نگر کی بجائے مظفر آباد بنے" کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ کل کی اپوزیشن کی ہڑتال کی کال جس طرح ناکام ہوئی ہے وہ آپ کو بخوبی معلوم ہے۔ جو محب وطن اور عقیدے والے سرکاری ملازم ہیں وہ اپنے عقیدے کو تحلیل مت ہونے دیں اگر ایسا ہی ہوا تو پھر انشاء اللہ تحریک آزادی بھی کامیاب ہوگی اور آپ سب بھی کامیاب ہوں گے۔ سرکاری دفاتر میں ملازمین کی غیر حاضری کی بہت شکایت ہے۔ مجھے کسی سے زیادہ مراعات نہیں ملتیں۔ میرا پاکستان میں کوئی مربع' کوئی زمین اور کوئی گھر نہیں ہے۔ میں اس عمر میں بھی اٹھارہ اور بیس گھنٹے تک کام کرتا ہوں۔ آپ بھی لگن' شوق اور عقیدے کے ساتھ کام کریں۔ یہ ملک ہمارا ہے اور ہم نے تحریک آزادی کو کامیابی کی منزل تک پہنچانا ہے۔ اپنی آزادی کو برقرار رکھنا ہے اور پاکستان کے ساتھ اپنی وابستگی قائم رکھنا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔